صفر 1434 ہجری، دسمبر 2012ء

ماہنامہ
چشمِ بیدار
لاہور

جلد نمبر 6 — شمارہ نمبر 12

سرپرست اعلیٰ

شیخ آصف احمد

0333-4851638

مدیر : ملک احمد سرور

ترکِ جہاد

تعلیم اس کو چاہیے ترکِ جہاد کی
دنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر
باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر

(جہاد۔ضربِ کلیم، اقبالؒ)

مجلس مشاورت

محمد اسلم ترین — حاجی انعام الٰہی اثر
عظمت شیخ — ڈاکٹر محمد شریف چودھری
خواجہ محبوب الٰہی — خواجہ اعجاز احمد
نصرت الدین — بریگیڈیئر (ر) محمد حنیف
ڈاکٹر سعید احمد ملک — ظفر اقبال بلوچ
ڈاکٹر مسعود عالم

قانونی مشیر.....شیخ منظور احمد ایڈووکیٹ
سرکولیشن مینیجر.....خوشنود عباس
سرورق ڈیزائنر.....طٰہٰ حسن
آرٹ ایڈیٹر.....سکندر بشیر نجمی
کمپوزر.....مکتبۃ الکتاب

زرتعاون : فی شمارہ 40 روپے

سالانہ زرتعاون

پاکستان — 300 روپے
بھارت — 500 روپے
مشرق وسطیٰ — 800 روپے
یورپ — 30 پاؤنڈ
امریکہ — 40 ڈالر

پتہ خط کتابت

ماہنامہ چشمِ بیدار

رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔54000

فون: 0321-4842609-042-37722940

Email:chashmibedar@gmail.com

ناشر ملک سرور نے ارشد عثمانی پرنٹرز سہیل سنگھ سٹریٹ 72 چیمبرلین روڈ لاہور سے چھپوا کر رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ مضامین

اور جہلائے فرقہ پرست؟	اداریہ	
کیا قائداعظمؒ سیکولر تھے؟	ملک ا£uور	
تبدیلیٔ نظام: نجات کا فقط ایک ہی راستہ	pاجہ محمد اسلم	
سیّد المرسلین ﷺ	ا1بکرuاج الدین	24
علامہ اقبال: شخصیت اور فکر وفن	ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی	
حقیقی غوثِ اعظم.....؟	عتیق ا£شفیق بریلوی	
موت کی Wا اور وعدے کی پابندی	عبدالمالک مجاہد	
مقصد تخلیق کائنات اور فلسفۂ آرزو کا جمالیاتC پہلو	کرنل عابد حسین عابد مرjم	
آج کا سبق..... مالِ مفت	نعیم صدیقی مرjم	
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں	مرسلہ: طٰہٰŒ	
پردے میں رہنے دو	محمد طاہر نقاش	
نظمیں	انتخاب: علی حمزہ	
بچوں کے صفحات	انتخاب: علی حمزہ	
ا1بکر!؟ کہاں ہو؟	ماریہ نقاش	
برائی کا بدلہ بھلائی	جوامع الحکایات	
ملک شاہ سلجوقی اورpددار کسان	ا ّ شیرانی	

Online: chashmebedar.tk

اداریہ

اور جہلائے فرقہ پرست

توہین رسالت وقرآن مجید وہ بدترین گناہ ہے T کی W دنیا میں موت اور آخرت میں عذابِ جہنم ہے۔کوئی مسلمان توہین رسالت وقرآن کا تصور بھی نہیں کر Y کیونکہ اس کا تصور ہی فرد کو دائرۂ اسلام Ð خارج کرکے کافر ہی نہیں مجرم بھی بنادیتا ہے p علمی ¨ کے ا%ف اور نادانستگی میں ہونے والی غلطی کو توہین رسالت قرار دے کر کسی کو پھانسی پر چڑھا دینا اوراس کے مال واò ب کو نذرآ < کردینا کسی î ر پر بھی مناسب نہیں۔گزشتہ کئی دہاÇں Ð ہم دیکھ رہے ہیں کہ فرقہ پرست علماء کے روپ میں ''جہلاء'' کا ایک طبقہ ایک µ " کے تحت اپنے مخا 5 پر''توہین قرآن ورسالت'' کا الزام لگا کر چڑھ دوڑتا ہے اور فساد پھیلاتا ہے۔ P سال قبل حافظ آباد میں ایک حافظ قرآن پر''توہین قرآن'' کا الزام لگا کر اس پر اس قدر تشدد کیا گیا کہ وہ شہید ہوگیا۔ T کے دل و دماغ میں قرآن تھا، ا Ð گندی گلیوں میں گھسیٹا، غلیظ جوتوں Ð اس پر تشدد کیا اور ماردیا، کیا یہ توہین قرآن نہیں تھی؟ ایسے واقعات تسلسل Ð 7 آرہے ہیں، اور بیشتر واقعات میں ملوث افراد کا تعلق ایک مخصوص فرقہ کے جہلاء Ð ہے جوpدکو''علماء اور مفتی'' سمجھتے ہیں مگر اسلام کی &ادی تعلیمات خصوصاً î ۂ حسنہ Ð مکمل نابلد ہو D ہیں اوران کا مبلغ علم''بدعات وخرافات اور Ñ ''کو - نی منطقوں کے ذریعے h ثابت کرنے تک محدود ہوتا ہے یا پھر دوuوں کو گستاخانِ رî ل قرار دینے تک۔ افسوسناک ß رت حال یہ ہے کہ یہ لوگ Mistake a نادانستگی میں ہونے والی غلطی کو بھی بلاتحقیق توہین رسالت قرار دے دیتے ہیں۔

ماہِ رفتہ میں لاہور میں ایک ایسا ہی واقعہ 7 آیا۔سکول کی ایک طالبہ اور معلّمہ Ð لاپروائی میں Mistake ہوئی۔قرآن کے حکم ¸ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فا É تمہارے پاس کوئی ¸ لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو، { ایسا نہ ہو کہ? کسی گروہ کو نادانستہ V ن پہنچا 1 ے'' (الحجرات:6) کے مطا . تحقیق وتفتیش کی جانی چاہیے تھی۔سکول کی معلّمہ اور مالک کے مèا کے کردار اور عقائد کو د ¬ جانا چاہیے تھا، وضاحت مانگنی چاہیے تھی، اطمینان نہ ہونے کی

ßارت میں C-295 کے تحت مقدمہ درج کرایا جاتا اور قانون کے مطا . عدالتW ا دیتی مگر فرقہ جہلاء کے مفتیوں نے قرآنی احکام اور ا Î ۂ حسنہ کی تعلیمات کو پس پشت ڈالتے ہوئے " وقوفـلـاام کو مشتعل کیا، مقامی سیا Ï بازی گر بھی سا Bل گئے اور رات کو ایک بجے کے بعد بارہ تیرہ ہزار Ð زیادہ طالبات کے تین ا • ئی معیاری سکولوں پر چڑھ دوڑے، pب لوٹ مار اور توڑ پھوڑ کی۔ کسی q کو نہ g ڑا۔ بعض افراد کے مطا . 60 تا 70 لاکھ کا V ن ہوا اور اڑھائی کروڑ Ð زیادہ کی رقم بھی لو K گئی (یہ رقم 7لیس نے بازیاب کرالی) رات ایک بجے کے بعد ہونے والی کارروائی کو وقتی اشتعال کی کارروائی نہیں کہا جا Y ، یہ دہشت گردی تھی جو توہین رسالت کی آڑ میں کی گئی۔

سکول کا مالک گزشتہ 34/35 سال Ð علاقے میں نہایت مناسب فیس پر ا • ئی معیاری تعلیم دے رہا تھا۔ 1رڈ میں ہر سال اس سکول کی طالبات 7زیشنیں لیتی ہیں اور ایک سال تو ایک طالبہ نے 7رے پنجاب کا گزشتہ ریکارڈ توڑا تھا۔ لاہور میں شاید ہی کسی اور سکول کی انتظامیہ تعلیم کے سا Bاس قدر جان نثار (Devoted) ہو T قدر اس سکول کا مالک اور اس کی فیملی ہے۔ مالک سلجھا ہوا ایک سکالر ہے، فرقہ وارانہ تعصب نام کی بھی اس میں کوئی q نہیں۔ فرقہ پرست جہلاء کے اندر اگر قرآن وسنت کا علم ہوتا تو وہ تعلیم کے فروغ کے لیے اس کی 34/35 سالہ خدمات پر ایک نظر ضرور ڈالتے، اس کے عقائد جاننے کی کوÒ کر D اور نادانستگی میں جو غلطی ہوئی تھی، اس کی وضاحت مانگ لیتے مگر ان فرقہ پرست جہلاء نے تعلیماتِ اسلام کا Ì ل کیا نہ ملکی قانون کا۔ یاد رہے کہ یہ فرقہ پرست جہلاء کا وہ طبقہ ہے جو امریکہ Ð ڈالر لے کر طالبان کے Üف مظاہرے کرتا ہے اور ~ د کے Üف فتوے دیتا ہے۔

فرقہ پرست جہلاء Ð تو کوئی بات کہنا یا گزارش کرنا ''بھینس کے آگے بین بجانا ہے'' علمائے h Ð ہماری گزارش ہے کہ توہین رسالت کی آڑ میں جو " گناہ مسلمانوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے، لوٹ مار اور قانون شکنی کی جاC ہے، اس کے تدارک کے لیے میدان میں آئیں، h تِ جمعہ میں ''توہین رسالت'' اور ''نادانستگی میں ہونے والی غلطی'' کا فرق سمجھائیں، توہین رسالت Ð 0 اسلامی تعلیمات Ð آگاہ کریں، توہین رسالت کی آڑ میں فساد فی الارض کے مضمرات بتائیں، کسی " گناہ کو C-295 میں پھنسانے کے گناہ کی شدت سمجھائیں۔ توہین رسالت کی آڑ میں لوٹ مار ہو یا C-295 کا غلط استعمال، ا Ð ہر ßارت میں روکا جانا

چاہیے۔ فرقہ پرست جہلاء نے توہین رسالت کو مذاق بنادیا ہے اور ان کی انہی مذموم حرکتوں کے باعث توہین رسالت کے اÝ مجرم بھی $ نکلتے ہیں جیسے رمشا مسیح کیس میں ہوا۔ اس کے سا B ہماری حکومت Ð بھی گزارش ہے کہ وہ ان لوگوں کے Üف سخت ایکشن لے جو قانون کو ہا B میں لے کر لوٹ مارا اور گھیراؤ جلاؤ کر D ہیں۔ لاہور کا واقعہ محض C یب کاری اور لوٹ مار نہیں، تعلیم دشمنی کا بھی شاہکار نمونہ ہے۔ اس میں فرقہ پرست جہلاء کے علاوہ پنجاب کی حکمران جماعت کے بعض افراد کا بھی نام لیا جارہا ہے، ان سب کو قانون کے کٹہرے میں لایا جانا چاہیے۔ ان لوگوں نے اسلام کا چہرہ مسخ کیا ہے، اس پر بھی ان کے Üف مقدمہ درج ہونا چاہیے۔ ا Ï ß رت میں ہم معاÑ ے میں قانون کی حکمرانی، تحمل و برداشت اور رواداری کو فروغ دے M ہیں جو اسلام کی ا • ئی اہم تعلیمات ہیں۔

لاہور کے واقعہ Ð ایک اور حقیقت بھی سامنے آئی کہ جب توہین رسالت کا کوئی حقیقی واقعہ ہوتا ہے تو رو× ì ل لبرل Î ل Î سائٹی اور امریکہ نواز میڈیا آسمان u پر اٹھا @ ہے جیسا رمشا مسیح کیس میں ہوا مگر " گناہوں کے معاملے میں یہ خامÒ ا) رکر D ہیں جیسا لاہور کے واقعہ میں سامنے آیا۔ رو× ì ل 6 نے ایک بھی آواز بلند نہیں کی اور نہ میڈیا میں کوئی Ø ر ہوا۔ اہل ایمان کو ا Ï Ð جان M چاہیے کہ فرقہ پرست جہلاء اور رو× ì ل دونوں صلیب کے پò ن ہیں، امریکہ Ð ڈالر لے کر اہل ایمان کے Üف مظاہرے کر D اور Ø ر مچا D ہیں اور قرآن کے احکامِ حجاب اور سنت رÎ ل ﷺ داڑھی کی تضحیک کرنے والی ''معصوم ملالہ'' ان کی پر_ بردار ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ملک ا£ u ور کا اظہارِ تشکر

مدیر ماہنامہ 0 بیدار ملک ا£ u ور نے ان تمام قارئین کا شکریہ ادا کیا ہے جنھوں نے ان کی ہمشیرہ کے انتقال پر بذریعہ فون/ خط اظہار تعزیت کیا اور مرj مہ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

ملک اور

کیا قائداعظمؒ سیکولر تھے؟

قائداعظمؒ کے اپنے فرمودات کی روشنی میں جائزہ

پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا جبکہ سیکولرازم میں دوقومی نظریے کا کوئی تصور ہی نہیں، اس کے باوجود روز اول سے دانشوروں اور سیاستدانوں کا ایک بہت بڑا گروہ یہ ثابت کرنے پر لگا ہوا ہے کہ قائداعظمؒ سیکولر تھے اور وہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست ہی بنانا چاہتے تھے۔ یہ گروہ یا تو سیکولرازم سے ناآشنا ہے یا قائداعظمؒ کے افکار سے دانستہ یا پھر دانستہ و نادانستہ عالمی استعمار کی سازش کا حصہ بن کر پاکستان کی نظریاتی اساس کو ختم کرکے پاکستان کو دنیا کے نقشے سے مٹا کر ایک بار پھر سے عظیم ہندوستان کا حصہ بنانا چاہتا ہے۔ ذیل کی سطور میں قائداعظم کے اپنے فرمودات کی روشنی میں ان کے سیاسی نظریہ و عمل کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

مسلم قومیت کی بنیاد

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے، نہ وطن نہ نسل..... ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا تھا، وہ ایک الگ قوم کا فرد بن گیا تھا۔ آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)

تمام مسلمان جسد واحد کیسے؟

وہ کون سا رشتہ ہے جس منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہوگئے۔ وہ کون سی چیز ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کردی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چیز، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب اور ایک امت۔ (اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟

مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ میں کون ہوتا ہوں پاکستان

کے طرزِ حکومت کا ê کرنے والا؟ مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج Ð 13 Î سال پہلے قرآن مجید نے وضاحت کے سا B بیان کر دیا تھا۔ الحمد v قرآن مجید ہماری رÉ ئی کے لیے موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گا۔ (مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کے اجلاس Ð خطاب، 12 جون 1947ء)

قرآن وسنت زندہ و جاوید قانون

تحریک پاکستان کے کارکن سید بدر الدین ا£ نے 26 نومبر 1946ء کو قائداعظمؒ Ð پاکستان کے نظریاC تشخص کے j الے Ð Y7۔ اس کے جواب میں قائداعظمؒ نے فرمایا:

''میرا ایمان ہے کہ قرآن وسنت کے زندہ جاوید قانون پر ریاست پاکستان، دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہوگی۔ مجھے اقبالؒ Ð 7را اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مسائل کا i اسلام Ð بہتر نہیں ملتا۔ ان شاء ا v پاکستان کے نظام حکومت کی ãد لا الہ الا ا v ہوگی اور یہ ایک فلا k و مثالی ریاست ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان 0 گیا تو P دن بھی زندہ نہیں رہ سکے گا p مجھے پختہ یقین ہے کہ ا v تعالیٰ ا Ð ہمیشہ قائم و دائم رکھے گا۔

(بحوالہ: کتاب اسلام کا سفیر از جناب محمد متین خالد میں ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر کا مضمون ''قائداعظمؒ سیکولر نہیں تھے'')

نجات کا واحد ذریعہ

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ سنہری اßلوں والے اس ضابطۂ § ت پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم وä قانون، پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ... اپنی جمہوریت کی ãد یں سچے اسلامی اßلوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ ''مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں Ð کیا کرو۔''

(سبی دربار بلوچستان، 14 فروری 1948ء)

قرآن مجید ہمہ گیر ضابطۂ § ت

قرآنِ مجید مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ § ت ہے۔ مذہبی، سما Y، شہری، کاروباری، فو Y، عدالتی، تعزیری اور قانونی ضابطۂ § ت جو مذہبی تقریبات Ð لے کر روزمرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات Ð لے کر جسم کی i تک، تمام افراد Ð لے کر ایک فرد کے حقوق تک، اÜق Ð لے کر جرم تک، اس دنیا میں جزا اور W Ð لے کر اگلے ~ ن تک کی W و جزا تک کی حد بندی کرتا ہے۔ (پیام عید، 1945ء)

قرآن آخری اور قطعی رہبر

اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوۂ صبر و رضا پر کاربند ہوں اور اس ارشادِ خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ... دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر‰ ۔ ہم فتح یاب ہوں گے، اÏ طرح T طرح ¯ بھر مسلمانوں نے ایران اور روم کی سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تھے۔

(جلسۂ عام، ©رآباد دکن، 11 جولائی 1946ء)

ہماری نجات اÎ ۂ حسنہ پر چلنے میں ہے

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اÎ ۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ... قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ... چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی ãادیں 9 معنوں میں اسلامی تصورات اور ßالوں پر رکھیں۔ (شاہی دربار، سبی بلوچستان، 14 فروری 1947ء)

پاکستان اÏ دن وجود میں آ گیا تھا

پاکستان اÏ دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی ãادکلمۂ تو© ہے، وÍ نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا، وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا۔

(8 مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ Ð خطاب)

ہماری کشتی کا لنگر

ہماری ãادکی " ن اور ہماری کشتی کا لنگر اسلام اور Üاف اسلام ہے۔ ذات پات کیا، شیعہ سنی کا بھی کوئی Îال نہیں ہے۔ ہم ایک ہیں اور ... بحیثیت ایک متحد قوم ہی کے آگے بڑھنا ہے۔ Üاف ایک رہ کر ہی ہم پاکستان کو قائم رکھ سکیں گے۔ ہمارے لیے Üاف اسلام ہی کافی و شافی ہے۔ (پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس Â ہ 19 مارچ 1944ء Ð خطاب)

قرآن حکیم کے احکام ہی.....

اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز 7 نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرU خدا کی ذات ہے T کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور ßال ہیں۔ اسلام

میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآنِ کریم کے احکام ہی سیاست و معاÑت میں ہماری آزادی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ دوu ے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اßال و حکام کی حکومت ہے۔ (کرا c 1948ء)

غیر اسلامی قانون کی پابندی؟

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسی دستور ساز اسمبلی T میں مسلمان بھاری اکثریت میں ہوں، وہ مسلمانوں کے لیے ایسے قوانین منظور کرے گی جو Ñیعت کے قوانین Ð مطابقت نہ رکھتے ہوں گے اور مسلمان کسی بھی حالت میں اس بات کے پابند نہیں ہوں گے کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کی پابندی کریں۔

(1945ء کو پیر صاحب مانکی Ñ یف کے نام قائداعظمؒ کا خط۔ بحوالہ: اسلام کا سفیر، مرتبہ: محمد متین خالد)

اسلام ہمارے وجود کا ãادی u چشمہ ہے

اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا ãادی u چشمہ ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حا Ý کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حا Ý کرنا چاہتے تھے ~ ں اسلام کے اßالوں کو آزما سکیں۔ (اسلامیہ کالج، پشاور، 13 † ری 1948ء)

اسلام ضابطۂ § ت

اسلام کے اßال عام زندگی میں آج بھی ا Ì طرح قابل اطلاق ہیں T طرح تیرہ Î سال پہلے تھے۔ اسلام اور اس کے نظریات نے ... جمہوریت کا سبق دیا ہے۔ ہر شخص Ð انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا ãادی اßال ہے۔ پھر کسی کو ایسی جمہوریت، مساوات اور آزادی Ð pف کیوں لاh ہو جو انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم کی گئی ہو۔ ہم پاکستان کا دستور بنائیں گے اور دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ ایک اعلیٰ آئینی نمونہ ہے۔ رÎ ال اv ﷺ کی زندگی ا • ئی سادہ تھی۔ آپؐ نے T کام میں بھی ہاB ڈالا، کامیا ! نے آپؐ کے قدم a مے۔ تجارت Ð لے کر حکمرانی تک، ہر شعبۂ § ت میں آپؐ مکمل Î ر پر کامیاب رہے۔ رÎ ال اکرم ﷺ 7ری دنیا کی عظیم ترین تھے، انھوں نے تیرہ Î سال قبل ہی جمہوریت کی ãادیں رکھ دی تھیں۔ اسلام محض رÎ ام، روایات اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں ہے۔ اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطۂ § ت بھی ہے T کے مطا . وہ اپنی روزمرہ زندگی، اپنے افعال و اعمال حتیٰ کہ سیاست و معاشیات اور زندگی کے دوu ے

‡ ں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسلام سب کے لیے انصاف، رواداری، Ñافت، دیانت اور عزت کے اعلیٰ اßالوں پر مبنی ہے۔ (25 † ری 1948ء کو کرا c بار ایسوÏ ایشن Ð خطاب)

مولانا › ت موہانی کی گواہی

قیامِ پاکستان Ð دو سال پہلے مولانا › ت موہانی دہلی گئے اور قائداعظمؒ Ð ملنے ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ شام کا وقت تھا، مولانا نے اپنی آمد کی اطلاع کرانے کے لیے ملازمین Ð کہا مگر ہر ایک نے معذوری ظاہر کی کہ ہم ان کے پاس نہیں جا M، اس وقت وہ کسی Ð ملاقات نہیں کریں گے۔ مولانا اپنی دھن اور ارادے کے بڑے پکے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بغیر ملے نہیں جائیں گے۔ نمازِ مغرب کا وقت تھا، مولانا نے کوٹھی کے لان میں نماز ادا کی اور وہیں ٹہلنے لگے۔ پھر Î چا کہ کسی طرح قائداعظمؒ کا پتہ چلا کر بلا اطلاع وہاں پہنچ جائیں۔ یہ Î چ کر کوٹھی کے برآمدوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک کمرے Ð کسی کے آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ مولانا › ت موہانی نے ì ل کیا کہ قائداعظمؒ اس کمرے میں ہیں اور کسی Ð گفتگو میں مصروف ہیں۔ کمرے کا دروازہ اندر Ð بند تھا۔ O نچہ انھوں نے ایک کھڑکی Ð اندر جھانکنے کی کوÒ کی اور جو کچھ د ¬ وہ مولانا کے الفاظ میں کچھ اس طرح Ð ہے:

''اندر کمرے میں فرش پر مصلیٰ بچھا ہوا تھا، قائداعظمؒ گریہ و زاری میں مصروف تھے۔ زیادہ فاصلے کی وجہ Ð ان کے الفاظ صاف سنائی نہ دیتے تھے p اندازہ ہوتا تھا کہ ان پر رقت طاری ہے اور vا تعالیٰ کے—رمسلمانوں کی فلاح و بہبود اور " لِ آزادی کے لیے دعا و التجا کر رہے ہیں۔''

(بحوالہ: قائداعظمؒ سیکولر نہیں تھے از ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر)

معاÑC اورا O دی زندگی کے اسلامی تصورات

میں اشتیاق اور دلچسپی Ð معلوم کرتا رہوں گا کہ مجلس تحقیق، بینکاری کے ایسے طریقے کیونکر وä اورا) رکرC ہے جو معاÑC اورا O دی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطا . ہوں کیونکہ مغرب کے معاÙ نظام نے انسان کے لیے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ ... دنیا کے سامنے مثالی نظام 7 کرنا ہے جو سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔

(جولائی 1948ء میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر قائداعظمؒ کا خطاب)

اسلام Üاف نظام عبادات کا نام نہیں

ایک انگریز دانشور نے قائداعظمؒ Ð Î ال کیا تھا: ''جب آپ یہ کہتے ہیں کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں تو کیا مذہب کے معنوں میں Î چ رہے ہو D ہیں؟'' اس پر بابائے قوم نے فرمایا تھا:

''آپ یہ حقیقت کبھی نظر انداز نہ کریں کہ اسلام Üاف نظامِ عبادات کا نام نہیں، یہ تو ایک ایسا دین ہے جو اپنے پیروکاروں کو زندگی کا ایک حقیقت پسندانہ اور عملی نظامِ § ت دیتا ہے۔ میں زندگی کے معنوں میں Î چ رہا ہوں، میں زندگی کی ہر اہم q کے معنوں میں Î چ رہا ہوں، میں اپنی تاریخ، اپنے ہیروز، اپنے آرٹ، اپنے فن تعمیر، اپنی موسیقی، اپنے قوانین، اپنے نظام عدل و انصاف کے معنوں میں Î چ رہا ہوں۔ ان تمام ‡ ں میں ہمارا نقطۂ نظر نہ Üاف ہندوؤں Ð ا z ! Î ر پر مختلف ہے، بلکہ بسا اوقات متصادم بھی ہے۔ ہماری اور ہندوؤں کی زندگیوں میں ایسی کوئی q نہیں جو... ãادی Î ر پر ہم رشتہ کر سکے۔ ہمارے نام، ہمارا لباس، ہماری pراک ایک دوuے Ð مختلف ہے، ہماری Oا دی زندگی، ہمارے تعلیمی تصورات، جانوروں تک کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر۔ ہم زندگی کے ہر مقام پر ایک دوuے کو چیلنج کر D ہیں۔ مثال کے Î ر پر گائے کا ابدی مسئلہ لے لیں۔ ہم گائے کو کھا D ہیں اور وہ اس کی عبادت کر D ہیں۔''

(انگریز دانشور ہیورلی نکلسن کی کتاب Verdict on India مطبوعہ 1944ء)

قائداعظمؒ کی واحد تمنا

مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت د ¬ ، دولت شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے۔ اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور uبلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام Ð ì نت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آپ Ð اس کی داد اور شہادت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مر D دم میرا اپنا دل، میرا اپنا ایمان، میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح! ? نے واقعی

مدافعت اسلام کا h ادا کردیا۔ جناح ? مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا خدا یہ کہے کہ " شک? مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے j میں اسلام کو u بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔

(آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ایک اجلاس Â ہ1939ء میں قائداعظمؒ کی تقریر Ð اقتباس)

قرآنی پروگرام کے ہو D ہوئے

مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن مجید میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور Ð پڑھیں۔ قرآنی پروگرام کے ہو D ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے لیے کوئی دوu پروگرام 7 نہیں کرسکتی۔ (نومبر 1939ء میں عیدا] کے موقع پر مسلمانوں کے نام پیغام)

قرآن مجید..... عظیم الشان کتاب

میں کوئی مولوی یا ملا نہیں ہوں، نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآنِ مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنے آ ر پر کوÒ کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے 0 ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاÑC یا سیا Ï ہو یا معاÙ، کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات Ð باہر ہو۔

(1941ء میں عثمانیہ یونیورسٹی ©رآباد دکن میں خطبۂ صدارت)

قرآن مجید مکمل ضابطۂ§ ت

قائداعظم نے 1944ء میں مہاتما گاندھی کو لکھا: ''قرآن مجید مسلمانوں کا ضابطۂ § ت ہے، اس میں مذہبی، مجلسی، دیوانی، فوجداری، عسکری، تعزیری، معاÙ اور معاÑC غر [سب ‡ ں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رÎم Ð لے کر روزانہ کے امورِ§ ت تک، روح کی نجات Ð لے کر جسم کی ¡ تک، اÜق Ð لے کر انسدادِ جرم تک، زندگی میں جزاوW Ð لے کر G کی جزاوW تک ہر ایک قول وفعل اور حرکت کے احکامات کا مجموعہ ہے۔''

پاکستان کا دستور کیسا ہوگا؟

قائداعظمؒ 1942ء میں مسلم لیگ کے اجلاس کے سلسلے میں الٰہ آباد میں نواب uمحمد یوسف کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وکلاء کا ایک وفد ملاقات کے لیے آیا۔ ارکانِ وفد میں Ð ایک وکیل نے قائداعظمؒ Ð Y7 کہ ''پاکستان کا دستور کیا ہوگا؟ کیا پاکستان کا دستور

آپ بنائیں گے؟''

قائداعظمؒ نے فرمایا: ''پاکستان کا دستور بنانے والا میں کون ہوں؟ پاکستان کا دستور تو تیرہ Î سال پہلے 0 گیا تھا'' ایسا ہی ایک بیان 27 جولائی 1944ء کو دیا جب وہ کشمیر Ð راولپنڈی پہنچے۔ قائداعظمؒ کا رات کا کھانا ڈھیری Œ آباد کے عبدالغنی ٹھیکیدار کے ہاں تھا۔ کھانے کی میز پر راولپنڈی مسلم لیگ کے صدر بیرسٹر محمد جان نے قائداعظمؒ Ð Y7 : ''پاکستان کا دستور کیسا ہوگا؟'' قائداعظمؒ نے جواب دیا: ''یہ تو اس وقت کی دستور ساز اسمبلی کا کام ہوگا، البتہ ہمارے پاس قرآن مجید کی ß ارت میں تیرہ Î سال پہلے کا دستور موجود ہے۔''

(بحوالہ: قائداعظمؒ سیکولر نہیں تھے)

پاکستان کا آئین؟

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس 1942ء میں کرا c میں Â ہوا۔ اس سالانہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے X ممبران نے تجاویز بھیجی تھیں، ان کی میٹنگ نواب محمد اسماعیل خان کی صدارت میں ہوئی T میں مختلف قراردادیں تیار کی I ۔ ان میں Ð ایک قرارداد آئین کے j الے Ð مرتب کی گئی T کے الفاظ یہ تھے: ''پاکستان میں جو آئین ہوگا، وہ قرآن وسنت کے مطا . ہوگا اور رائج الوقت قوانین میں جلد Ñ یعت کے مطا . تبدیلی کی جائے گی۔'' تمام لوگوں نے اس ? یز کی حمایت کی۔ آخر میں قائداعظمؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''~ ں تک اس ? یز کا تعلق ہے، وہ ہر مسلمان کے دل کی پکار ہے اور پاکستان کا مقصد اس کے Î ا اور کیا ہے کہ پاکستان میں ۱v کے دین کا نظام قائم ہوگا۔''

پاکستان کا آئین قرآن مجید ہوگا

(1) مجھ Ð اکثر Y7 جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت متعین کرنے والا کون ہوگا؟ میرے نزدیک مسلمانوں کے طرزِ حکومت کا ê آج Ð ساڑھے تیرہ Î سال پہلے قرآن مجید نے کر دیا تھا۔ (1946ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس Ð صدار C خطاب)

(2) اگر ہم قرآنِ مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر ثبات وا / مت Ð کاربند رہیں اور اس ارشادِ خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ... مغلوب نہیں کر سکتی۔ (11 جولائی 1946ء کو © رآباد دکن میں جلسہ عام Ð خطاب)

(3) پاکستان کا آئین قرآن مجید ہوگا۔ میں نے قرآنِ مجید کو ترجمے کے سا B پڑھا ہے۔

میرا پختہ یقین ہے کہ قرآنی آئین Ð بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہوY ۔ میں نے مسلمانوں کا سپاہی 0 کر پاکستان کی حکk جیتی ہے۔ میں قرآنی آئین کا ماہر نہیں، آپ اور آپ جیسے دوu ے علماء کو میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ مل بیٹھ کر نئے قائم ہونے والے پاکستان کے لیے قرآنی آئین تیار کریں۔

(10۔ جولائی 1947ء کو اورنگزیب روڈ دہلی میں مولانا شبیر ا£ عثمانیؒ کے استفسار پر قائداعظمؒ کا جواب)

نواب بہادر یار حکk کی تقریر (26 دسمبر 1943ء) Ð ایک اقتباس

حضرات! پاکستان کا حا Ý کرلk اتنا مشکل نہیں جتنا پاکستان کو پاکستان بنانا اور قائم رکھنا مشکل ہے۔ آپ کے قائد نے ایک Ð زائد مرتبہ اس کا اعادہ فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی حکومتوں میں کسی دستور اور قانون کو pدمرتب کرنے کا h نہیں رکھتے۔ ان کا دستور مرتب ومتعین ان کے ہاتھوں میں موجود ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ کتنی 9 نظر اور کتنے 9 فیصلے ہیں۔ اس حقیقت Ð کون انکار کرY ہے کہ ہم پاکستان Üف اس لیے نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جگہ حا Ý کرلیں ~ ں وہ - ن کے آلۂ کار 0 کر ان ہی دساتیر کا فرانہ پر عمل کریں X پر آج ساری دنیا کاربند ہے۔ اگر پاکستان کا یہی مقصد ہے تو کم از کم میں ایسے پاکستان کا حامی نہیں ہوں۔ اس امر Ð انکار نہیں کیا جا Y کہ ہم پاکستان اس لیے چاہتے ہیں کہ وہاں قرآنی نظام حکومت قائم ہو۔ یہ ا z ب ہوگا، یہ ایک نشاۃ ثانیہ ہوگی، یہ ایک § ت نو ہوگی T میں pابیدہ تصوراتِ اسلامی ایک مرتبہ پھر جاگیں گے اور § تِ اسلامی ایک مرتبہ پھر کروٹ لے گی۔ پلاننگ کمیٹی آپ کے لیے جو دستوری اور سیا Ï نظام مرتب کرے گی، اس کی ãa دیں کتاب ا v اور سنت رÂ ل ﷺ پر ہوں گی۔ Í لیجیے اور آگاہ ہوجائیں کہ T سیاست کی ãa دکتاب ا v اور سنت رÂ ل ا v ﷺ پر نہیں ہے وہ - نی سیاست ہے اور ہم ایسی سیاست Ð خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ (قائداعظمؒ نے زور Ð اور بڑے جوش Ð میز پر مکا مار کر فرمایا: ''بالکل درست کہتے ہو'')

حضرات! لیجیے قائداعظمؒ نے میرے اس قول پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

نہیں، ہم مسلمان ہیں

میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی، پنجا ! ، سندھی، بلو c اور پٹھان وغیرہ کی اصطلا j ں میں

بات نہ کریں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ اپنی اپنی جگہ وحدتیں ہیں p میں 7چھتا ہوں، کیا آپ وہ سبق بھول گئے ہیں جو تیرہ Î سال پہلے آپ کو 2 یا گیا تھا؟ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں کہوں گا کہ یہاں آپ سب باہر کے آئے ہوئے ہیں۔ میں 7چھتا ہوں، بنگال کے اصلی باشندے کون تھے؟ وہ ہرگز نہیں جو آج کل بنگال میں رہتے ہیں۔ پس یہ کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجا ! ہیں، ہم سندھی ہیں، ہم پٹھان ہیں؟ نہیں، ہم مسلمان ہیں۔ اسلام نے ... یہی سبق دیا ہے اور آپ یقیناً مجھ Ð اتفاق کریں گے کہ آپp اہ کچھ بھی ہوں اور { بھی ہوں، آپ اوّل و آخر مسلمان ہیں۔ (جلسہ عام ڈھاکہ، 21 مارچ 1948ء)

پاکستان کا دستور اور Ñیعت اسلامی

میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ Y جو دیدہ دانستہ اورÑرت Ð یہ پراپیگنڈہ کر D رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستورÑیعت کی ãد پر نہیں بنایا جائے گا..... اسلام کے ßال عام زندگی میں آج بھی ï طرح قابل اطلاق ہیں T طرح 13 Î سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی Ð گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ..... ہم دستور پاکستان بنائیں گے اور دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ رہا ایک اعلیٰ آئینی نمونہ۔

(بار ایسوï ایشن کرا c Ð خطاب 25 † ری 1948ء)

اسلام کے ßالوں پر مشتمل دستور

پاکستان کا دستور ابھی à ہے اور یہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی p اتنا یقین Ð کہہ Y ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا اور اسلام کے ãدی ßالوں پر مشتمل۔ ان ßالوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی ï طرح ہو Y ہے T طرح 13 Î سال پہلے ہوا تھا۔ (امریکی نامہ نگار Ð انٹرویو، فروری 1948ء)

اطاعت و وفاکیشی کا مرU خدا کی ذات

اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز 7 نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرU خدا کی ذات ہے T کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور ßال ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآن حکیم کے احکام ہی سیاست و معاÑت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرM ہیں، دوU ے

الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی اßل واحکام کی حکومت ہے۔

(کرا c 1948ء بحوالہ ''قائداعظمؒ کا پیغام'' مرتبہ سید سید قا Ì محمود)

اسلام اور جمہوریت کی بات

آپ مجھ Ð ایک فضول Ì ال کر رہے ہیں۔ گویا میں اب تک جو کچھ کہتا رہا ہوں، وہ رائیگاں کیا ہے۔ آپ جب جمہوریت کی بات کر D ہیں تو مجھے افسوس Ð کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ ہم نے جمہوریت تیرہ Ì سال پہلے J لی تھی۔

(جناح، تقریریں اور بیانات از ایس ایم برک)

پاکستان میں کون سا قانون ہوگا؟

آپ نے سپاس نامے میں مجھ Ð Y7 ہے کہ ''پاکستان میں کون سا قانون ہوگا؟'' مجھے آپ کے Ì ال پر سخت افسوس ہے۔ مسلمانوں کا ایک خدا، ایک رÌ لؐ اور ایک کتاب ہے، یہی مسلمانوں کا قانون ہے اور ' .....اسلام پاکستان کے قانون کی ãa د ہوگا اور پاکستان میں کوئی قانون اسلام کے Üف نہیں ہوگا۔

(نومبر 1945ء پشاور بحوالہ قائداعظمؒ کی شخصیت کا روحانی پہلو' از ملک حبیب ا V)

سیاست اور مذہب

دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب Ð الگ ہو یا نہ ہو، میری سمجھ میں اب pب آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب Ð الگ نہیں بلکہ مذہب کے تا , ہے۔

(اسلام کا سفیر، صفحہ 159)

قرآن کریم کی اßلی ہدایات

زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاÑC، سیا Ï ہو یا معاÙl غرض کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ Ð باہر ہو۔ قرآن کریم کی اßلی ہدایات اور طریق کار نہ Üف مسلمانوں کے لیے بہترین ہے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لیے Œ سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے، اس Ð بہتر تصور ناممکن ہے۔ (§ ت قائداعظمؒ صفحہ 427)

اسلام ہی ہمارا طرۂ امتیاز ہے

میمن Ó آف کامرس بمبئی کی طرف Ð ایک سپاس نامہ کے جواب میں قائداعظمؒ نے

فرمایا: ''میں ان جماعتی ناموں کو بالکل ناپسند کرتا ہوں۔ آپ کو چاہیے کہ اپنا نام ''مسلم Ó آف کامرس'' رکھیں، اس لیے کہ اسلام ہی ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔''
(عظمت رفتہ ص 484، اسلام کا سفیر صفحہ 165)

ماہِ صیام کا ا ام

شاہ انگلستان جارج ششم کے زمانے میں گفت وشنید کے لیے X زعمائے ہند کو دعوت دی گئی ان میں قائداعظمؒ بھی شامل تھے۔ اس گفت وشنید کے دوران میں قائداعظمؒ کو بھی بکنگھم پیلس Ð شاہی ظہرانہ کا دعوت نامہ موßل ہوا۔ ملائین یہ دعوت نامہ پاکر پھولے نہ سمائے کیونکہ شاہی محل میں شہنشاہ معظم، شاہی خاندان کے معزز افراد اور بین الاقوامی شہرت کے مالک Ka کے رÉ وَں کے سا B ایک میز پر بیٹھ کر کام و دہن کی تواäl کرنے کا ÑآÆ ان کو کبھی pاب میں بھی حاÝ نہ ہوا تھا، اس لیے تمام ملائین " تا ! Ð ظہرانے کا انتظار کرنے لگے مگر قائداعظمؒ نے معذرت نامہ بھیج دیا کہ ''یہ رمضان کا مقدس مہینہ ہے، اس میں مسلمان روزے رکھتے ہیں۔'' (بحوالہ: اسلام کا سفیر صفحہ 168)

اسلامی قانون کے مطا . حکمرانی

مسلمان پاکستان کا مطالبہ کر D ہیں ~ ں وہ p د اپنے ضابطۂ§ ت، اپنے تہذیبی ارتقاء، اپنی روایات اور اسلامی قانون کے مطا . حکمرانی کرسکیں۔
(21 نومبر 1945ء فرنٹیئر مسلم لیگ کانفرنس Ð خطاب)

دستور ساز اسمبلی اور ÑیعتÑ

مگر خان برادران نے اپنے بیانات میں اور ا ¶ ری ملاقاتوں میں ایک اور زہر آلود Øر بر پا کیا ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی ÑیعتÑ کے ãادی اßلوں اور قرآنی قوانین Ð انحراف کرے گی، یہ بات بھی قطعی آ ر پر غلط ہے۔ (30 جون 1947ء کو ڈان میں قائداعظمؒ کا بیان)

قائداعظمؒ کے مذکورہ بالا فرامین/ بیانات Ð عیاں ہے کہ قائداعظمؒ سیکولر اور لادین نہیں تھے، وہ ایک سچے مسلمان تھے اور پاکستان کو سیکولر کے بجائے ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ جو لوگ قائداعظمؒ کو سیکولر ثابت کرنے کی کوÒ کر D ہیں وہ نہÜآف پاکستان کی نظریاC اساس کو کمزور کرنے کی پاŒ پر عمل پیرا ہیں بلکہ درحقیقت وہ قائداعظمؒ کو ایک ''منافق'' کے آ ر پر 7 کرکے ان کی کردارکشی کے بھی مر< ہورہے ہیں۔ وہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات

بٹھانا چاہتے ہیں کہ قائداعظمؒ کہتے کچھ اور تھے، چاہتے کچھ اور تھے a زبان ان کی اسلامی تھی اور دل ان کا سیکولر مگر قائداعظمؒ کی 7ری زندگی اس کی تردید کرC ہے۔ قائداعظمؒ کی سیرت اور کردار ہر قسم کی منافقت Ð پاک تھا اور وہ ایک صاف گو انسان تھے، انھیں منافقت کا لبادہ اوڑھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مزید یہ کہ سیکولرعناÜ کا تحریک پاکستان میں کوئی کردار ہی نہیں، وہ غیر جانبدار تھے یا پھر ان کی ہمدردیاں ہندوؤں کے ساB تھیں، اس لیے ان کی کسی تحریر کو کوئی اہمیت دینے کے بجائے گندے نالے میں پھینک دینا چاہیے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں 6 مارچ 1948ء کو کراc میں قائداعظمؒ نے کہا:

''بھارت نے قیامِ پاکستان کو قبول نہیں کیا، اس نے ابھی Ð ہی پاکستانیوں کو نظریاC اساس Ð ہٹانے اور تعصّبات میں ا } نے کے لیے پاکستان میں Ð ہی اپنے تنخواہ دار ایجنٹوں کا گروہ تیار کرلیا ہے جوpش نما نعرے لگا کر پاکستان کو v ن پہنچانے کی کوÒ کر رہے ہیں، اv نہ کرے کہ اہل پاکستان ان Ð غافل ہوکر ان کے دھوکے میں آ جائیں۔'' (بحوالہ: پاک فوج کا جریدہ ہلال شمارہ 12 مارچ تا 10 اپریل 1997ء)

آخر میں قائداعظمؒ کے بارے میں تاریخ پاکستان کے معروف محقق ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی کے تاثرات جو انھوں نے اپنی کتاب ''تحریک پاکستان اور تاریخ پاکستان'' میں لکھے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''قائداعظمؒ کی ایک نہیں 1/4 د تقریریں ہیں X میں انھوں نے اسلام کے اجزائے ترکیبی a قرآن و سنت، کلمۂ تو©، اسلامی ضابطۂاÜاق، مسلم تہذیب، مسلم روایات، اسلامی تصورات، امت واحدہ اور مسلم اتحاد کو پاکستان کی اسا Ï قدر قرار دیا ہے۔''

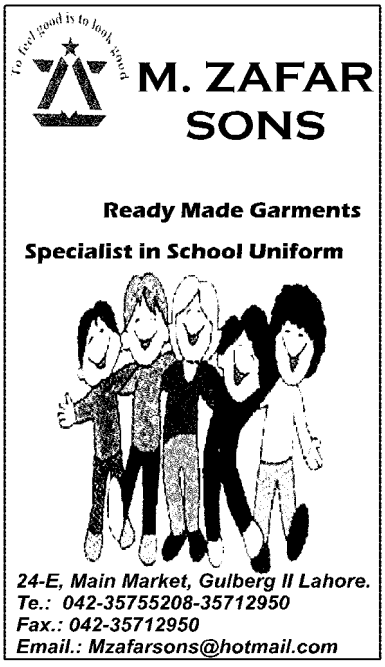

تحریر: pاجہ محمد اسلم (امیر، تحریک رحمت، لاہور)

تبدیلیٔ نظام: نجات کا فقط ایک ہی راستہ

خالقِ کائنات کا اِرشاد ہے:

﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لاَ يَعْقِلُوْنَo﴾ (یونس 10: 100)

''جولوگ عقل Ð کام نہیں لیتے ا٧ تعالیٰ انہیں بدترین گندگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

قرآن حکیم کی رُو Ð جب آدمی زمینی ‹ ئق کا غور Ð جائزہ نہیں @ یا اُن Ð کسی مصلحت کی بنا پر نظریں چرا@ ہے تو اُس کے j اس اور دل و دماغ میں ہم آہنگی برقرار نہیں رہتی اور عقل سا B g ڑ دیتی ہے۔ اس ßرتِ حال میں آدمی کا ê درست نہیں رہتا۔ ا٧ تعالیٰ کے قانون کے مطا . ایسا آدمی نجس a بدترین گندگی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ جب ایسی غلطی لیڈر حضرات کر D ہیں اور قوم احتجاج نہیں کرC تو 7ری کی 7ری قوم نجس میں مبتلا ہوجاC ہے۔ اس کی زندہ مثال پاکستانی قوم ہے۔

کیا یہ s نہیں ہے کہ ہمارے ملک کو چاروں جانب Ð دشمنوں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک طرف یہودیوں نے ا Ð دشمن ایک نامزد کر رکھا ہے تو دوuی طرف نصرانیوں نے اعلان کیا ہوا ہے کہ 2015 تک دنیا کے نقشے میں پاکستان نام کا کوئی ملک نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں، ہمارا ازلی دشمن بھارت ہے T نے پاکستان کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور ہمارے وجود کو مٹانے کے فکر میں کوئی موقع ہا B Ð جانے نہیں دیتا۔ داخلی î ر پر ہمارے ہاں گلی گلی میر جعفروں اور میر قاسموں کے ڈیرے ہیں اور ہمارے لیڈرانِ کرام ان تمام خطرات Ð غافل یا " نیاز ہوکر Üف دولت کی ہوس میں بد j اس ہوکر ایک دوuے Ð گتھم گتھا ہیں۔ دوuے / ں میں، لیڈروں کی pدغرè و ہوسِ زر پرستی اور ہمارےÚام کی غفلت و " جسی نے ملک کو ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ قوم تباہی کے گڑھے میں گرنے کے لیے ایک دھکے کی منتظر ہے ؏

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں ؟

Ý ا یہ ہے کہ انسان ا٧ تعالیٰ کی جمالیاتC، تخلیقی فعلیت کا شاہکار ہے اور ا٧ تعالیٰ اپنے

اس شاہکار Ð شدید ‹ کرتا ہے۔اُس نے انسان کوفکروعمل اور اِرادہ وا) رکی آزادی دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے تا کہ وہ اس دوران میں اپنے اعمال Ð ê کرلے کہ اُس نے دارالآخرت میں موت Ð مبرا اپنی ا Ý زندگی مسرت وشادمانی Ð معمور جنت قرۃ العین میں کرنی ہے یا آتشکدۂ جہنم میں۔انسان Ð شدید ‹ کی وجہ Ð ا v تعالیٰ کی چاہت یہ ہے کہ انسان اِمتحان گاہِ دنیا میں حسین اعمال کرکے اپنے آپ کو جنت کے لیے پیراستہ کرے۔اس مقصد کے " ل کے لیے لازم تھا کہ انسان دنیا میں زندگی کرنے کے لیے ضروری اشیاء ، مثلاً روK، کپڑا، مکان، پانی، بجلی، گیس وغیرہ وغیرہ کے " ل کے 6 میں ہی نہ پڑا رہے، بلکہ اس " Ð " نیاز ہوکر قرآن حکیم کے احکام وقوانین اور ہدایات وتعلیمات پر عمل کرکے اپنے آپ کو جنت قرۃ العین کے لیے پیراستہ کرے۔O نچہ رب العٰلمین نے اُ Ð دنیا میں زندگی کرنے کا Œ ا نظام عطا کیا T پرعمل کرنے Ð قومی u مایہ گردش کرتا ہوا گراس روٹ تک پہنچ جاتا ہے، T کے نتیجے میں ہر فردِ معاÑ ہ کو ãa دی ضرورت کی اشیاء بغیر زیادہ تگ ودو کے حا Ý ہو C رہتی ہے۔

u مایے کی حقیقت یہ ہے کہ ایک قوم کے تمام افراد کی œ ومشقت کا حا Ý مجموعی î ر پر اُس ملک کا u مایہ ہوتا ہے۔ معاÑ ہ ایک جسم ہے تو u مایے کی حیثیت p ن ایسی ہے۔ T طرح ایک جسم کی ¡ Hوستی،نشو ونما اور ارتقاء کے لیے p ن کا جسم کے نازک ترین حصے میں پہنچنا ناگزیر ہے، ا Ï طرح ایک معاÑ ے کی ¡ Hوستی ،نشو ونما اور بقاء و اِرتقاء کے لیے u مایے کا گراس روٹ تک پہنچنا ضروری ہے۔ دو u ے / ں میں قومی دولت کی گردش Ð معاÑ ے کے ہر فرد کا مستفید ہونا لازمی امر ہے۔ یہ اسلامی معیشت کا مرکزی نکتہ ہے۔

7 رے کے 7 رے نظامِ اسلام کو بیان کرنے کے لیے تو وقت درکار ہے۔اس Ð مکمل آگاہی کے لیے لٹریچر اور کتابیں آپ رابطہ کرکے تحریکِ رحمت کے دفتر Ð مفت حا Ý کر M ہیں، یہاں یہ بتانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے وہ کون Ð ا ß ال ہیں X پرعمل پیرا ہوکر تمام افرادِ معاÑ ہ مستفید ہو M ہیں، یہاں تک کہ ملک میں بکری کا بچہ تک بھوکا نہیں رہتا۔ دنیا اس صداقت و وا C کا مشاہدہ کرچکی ہے اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔

نظامِ اسلام کے ãa دی ا ß ال مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ امیر وغریب کے لیے یکساں عدل وا ^ ن کا نظام قائم کرنا۔

2۔ مال و دولت جمع کر کے رکھنا نہ اuاف کرنا۔
3۔ Î دکو حرام مطلق سمجھنا اور بغیر سُود uمایہ کاری کرنا۔
4۔ ہر j مند فردِ معاÑہ کا œ ومشقت کر کے روزی کمانا۔
5۔ ہر شخص کا اپنی œ کے حاÝ کا بلا Ñاتِ غیرے مالک ہونا۔
6۔ اشیائے Üاف کو قیمتِ خرید پر لوگوں کو مہیا کرنا۔ اُن پر ٹیکس لگانا، اُن کا ذ Í ہ کرنا اور نہ قیمتیں بڑھانا۔ (تا کہ لوگوں کو ãادی ضروریات کی اشیاء سستے داموں ملتی رہیں)

ان اßالوں پر عمل پیرا ہونے Ð معاÑے Ðظُلم و استحصال کا مکمل خاتمہ ہوجاتا ہے اور uمایے کی گردش میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ہر فردِ معاÑہ کی ãادی ضروریات بہ اŒ 7ری ہوC ہیں اور ملک Ð غربت کا معنوی لحاظ Ð مکمل خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اندرونی و بیرونی قرضہ جات اور اُن کی وجہ Ð ذلت وpاری اور غلامی Ð مکمل نجات حاÝ ہوجاC ہے۔ ان حالات کا منطقی نتیجہ امن و سلامتی ہے۔ نگاہ میں رہے کہ لفظ اِسلام کے لُغوی معنی ہی امن و سلامتی کے ہیں۔

رائج الوقت uمایہ داری نظام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی ذہین مخلوق نے عقلِ عیار Ð کام لیتے ہوئے اسلامی اßالوں کی ضد پر اس نظام کی عمارت تعمیر کی ہے اور مُسلم اُمّہ کی غفلت اور " حِسی کا فائدہ اٹھا Dہوئے اس طاغوC نظام کو تمام دنیا میں رائج کرنے میں کامیاب ہوچکے ہیں۔ اسلامی نظام کی ضِد پر بنائے گئے اßال مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عدل وا ^ ن قائم کرنا مگر ''pداپنے لیے اور، زمانے کے لیے اور۔''
2۔ ہر جائز و ناجائز طریقے Ð مال و دولت حاÝ کرنا اور جمع کرلßا۔
3۔ pدœ ومشقت نہ کرنا اور اس پر اِترانا۔
4۔ œ ومشقت کرنے والوں کو ''کمین'' یا ''کمینہ'' Ðمنسوب کرنا۔
5۔ ظلم و اِستحصال اور Î دی uمایہ کاری Ð دوuوں کا حاصلِ œ حاÝ کرنا۔
6۔ زندگی کرنے کے لیےÚام کی ãادی ضروریات کی اشیاء a اشیائے Üاف

کی a ئی اور قیمتوں میں رکاوٹیں کھڑی کرنا؛ اُن پر ٹیکس لگا کر یا ذ Í ہ اندوزی کر کے اُن کی قیمتیں آسمان پر لے جانا تا کہ غریبÚام Ð اُن کی پائی پائی چھین لی جائے۔

ان - نی اßالوں پر عمل کرنے کا منطقی نتیجہ اِرتکازِ مال و دولت ہے۔علم الاO دیات کی رُو Ð اِرتکازِ مال و دولت a دولت کو جمع کر کے اُس کی گردش میں رکاوٹ ڈالنا معاÑے میں کینسر کا باعث ہے۔اس بیماری کی موجودگی میں کوئی انسان قرآن حکیم کے احکام وقوانین اور ہدایات وتعلیمات پر عمل نہیں کرY اور انسانیت کے اُسÑاف کو حاÝ نہیں کرY جو رب رحمٰن کا مقصودِ حقیقی ہے۔امریکہ کے مشہور رسالہ ٹائمز کے مطا . آج دنیا بھر کے تقریباً سات ارب انسانوں کے حاصلِ œ کا نوّے فیصد موجودہ uمایہ داری نظام متعارف کروانے والوں a یہودیوں کے قبضے میں جا چکا ہے اور یہ عمل دن رات جاری ہے۔ دوuئی طرف دنیا کے تمام لوگ دلکشیءِ § ت Ð محروم ہوکر بھوک ونگ Ð DÁÀ ہوئے جانوروں کی طرح زندہ ہیں اور اس کے نتیجے میں pدکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔فیض صاحب نے اس ßارتِ حال کی تصویر کشی اس طرح کی ہے ؏

اک گردنِ مخلوق کہ ہر حال میں n ہے
اک بازوئے قاتل ہے کہpں ریز بہت ہے

اس گفتگو Ð استنباط ہوا کہ انسانیت کا سب Ð بڑا دشمن رائج الوقت نظامِ uمایہ داری ہے، لہٰذا اگر ذلت وpاری Ð جُھکی ہوئی گردن کو اٹھانا منظور ہے، اگر زندگی منظور ہے، اگر دلکشیءِ § ت منظور ہے، اگر ظلم و اِستحصال کے اندھیروں Ð نکل کر عزت و آبرو کی روشنی میں آنا منظور ہے، اگر دنیا میں uاٹھا کے چلنا منظور ہے، تو سب Ð پہلے رائج الوقت طاغوCت نظام کا قلع قمع کرنا پڑے گا۔ اس Ð یہ حقیقت بھی آشکار ہوC ہے کہ کیوں ربُّ العٰلمین نے ہر مسلمان کو حکم دیا ہے کہ وہ طاغوCت نظام کا قلع قمع کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ~ د کرے۔ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ ط﴾ (الحج22:78)

(مسلمانو!) vا کی راہ میں ایسی جدو جہد کرو کہh ادا ہوجائے، a اسلامی نظام کے

نفاذ کے لیے@من دھن کے ساB مساعیِ جمیلہ کرو۔اس کام کے لیے اُس نے تمہیں چُن لیا ہے۔ یاد رکھو! vا تعالیٰ کا دین تمہارے لیے بارِگراں نہیں ہے۔ یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین (a نظامِ زندگی) ہے۔

یہ آیتِ کریم ... بتا رہی ہے کہ مسلمان vا تعالیٰ کی فوج ہے۔ اس کا سالارِ اعلیٰ حکم دے رہا ہے کہ اسلامک سسٹم کے نفاذ کے لیے@من دھن کے ساB جدو جہد کرو۔ نکلو گھروں Ð pاہ ہلکے ہوں یا بھاری (التوبہ)اس حسین جدو جہد میں اگر دشمنانِ اسلام حائل ہوں اور حکk پر آمادہ ہوں تو ? بھی اُن کے ساB حکk کرو (التوبہ)، اس یقینِ محکم کے ساB کہ ہم کمزور ہیں تو کیا ہوا، یہ vا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ حکk کی ßارت میں بلا تا Í پانچ ہزار n ہ n ہ فرشتے مدد کو بھیجے گا (آلِ عمران)۔ دوuے / ں میں، vا تعالیٰ کی نصرت اور نوید کامیا ! کے ساB ~ دکرنا ہے،Ñط یہ ہے کہ اس کام کے لیے ہم گھروں Ð نکلیں۔ ~ دکی اہمیت کو اجاگر کر D ہوئے پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مَر گیا اس حالت میں کہ نہ اُس نے ~ دکیا اور نہ ہی اُس کے دل میں ~ د کرنے کی آرزو پیدا ہوئی، وہ منافق مَر گیا۔'' (مشکوٰۃ)

لہٰذا اے میری قوم کے لوگو آؤ کہ ہم یقینِ محکم کے ساB vا تعالیٰ کی نصرت و مدد اور نویدِ کامرانی و کامیا ! کو پکار D ہوئے کاروانِ رحمت بنا کر گھروں Ð نکلیں اور T طرح ہمارے بزرگوں نے پاکستان کے " ل کے لیے جدّ و جُہد کی تھی اُ Ï طرح ہم نفاذِ اسلام کے لیے جدوجہد کریں، اس Ð پہلے کہ ربِّ کائنات اپنی سنت کے مطا . ہماری جگہ دوuی قوم لے آئے جو یہ کام کرے۔

مسلمانو! گزرے ہوئے زمانے پر نظر ڈالو۔ تاریخی عمل شاہد ہے کہ کامیا ! نے ہمیشہ اُس قوم کے قدم aمے ہیں جو کسی نہ کسی o ے کی حامِل رہی ہے۔ یاد رکھو! قرآنی o ے Ð کامِل ، اعلیٰ اور سچا دنیا میں کوئی دوuا o ہ ہے نہ ہو Y ہی ہے ؏

اٹھو وگرنہ ' نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی ^ گیا

ا1بکرuاج الدین (ماHالنگر) قسط 37 **ترجمہ**: کاÒجعفری، **نظر ثانی**: سیّد سجاد©ر

سیّد المرسلین محمد ﷺ

عمرے کا عزم اور قریش کا مخمصہ

رآ ل ا v ﷺ نے ماہِ رمضان کے روزے مدینہ میں رکھے اور اس کے بعد جو مہینہ آیا وہ بھی مدینہ میں ہی گزارا۔ ایک شب کے آخری پہر میں آپؐ نے pاب د ¬ کہ آپؐ کے u کے بال تراشیدہ ہیں، آپؐ خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں اور کعبہ کی J آپؐ کے باB میں ہے۔ دوuے دن آپؐ نے اس pاب کا ذکر اصحاب Ð فرمایا اور انہیں اپنی معیت میں عمرہ کرنے کی ہ۔ات دی۔ اصحاب نے فوراً عمرہ کی تیاریاں Ñوع کر دیں۔ انہوں نے آپس میں مل V کر ستر اونٹ خرید لیے تا کہ حدودِ مقدسہ میں پہنچ کر انہیں قربان کر کے قربانی کا گوشت مکہ کے غرباء میں تقسیم کیا جا سکے۔ رآ ل ا v ﷺ نے اپنے ہمراہ ایک زوجہ کو لے جانے کا ارادہ فرمایا۔ اس مقصد کے لیے قرعہ ڈالا گیا تو وہ اُمِ سلمہؓ کے نام کا ۔ زائرین میں قبیلہ خزرج کی دو pاتین بھی تھیں۔ یہ دونوں pاتین نسیبہؓ اور اُمِ منیعہؓ بیعتِ عقبہ ثانی کے موقع پر بھی موجود تھیں۔

ہر صحا ! نے ایک ایک تلوار اپنے ساB رکھی اور بعض ایسے ہتھیار بھی ساB رکھ لیے X کی شکار کے وقت ضرورت پڑ سکتی تھی۔ روانگی Ð قبل عُمرؓ اور سعدؓ 0 عبادہ نے ? یز 7 کی کہ سب کو ہتھیار بند ہو کر جانا چاہیے، قریش Ð کوئی بعید نہیں کہ محرّم مہینہ ہونے کے باوجود موقع Ð فائدہ اٹھا کر ان پر حملے کی جرأت کر بیٹھیں۔ p رآ ل ا v ﷺ نے یہ فرما کر قطعی انکار کر دیا: ''میں ہتھیار ساB لے کر نہیں جاؤں گا، میری نیت زیارتِ بیت ا v کے Î ا کچھ بھی نہیں۔''

جب پہلی منزل آئی تو رآ ل ا v ﷺ نے قربانی کے تمام اونٹوں کو 7 کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ نے ان میں Ð ایک اونٹ کو نذر کے لیے وقف فرمایا، اس کے داہنے پہلو پر نشان لگایا اور گردن میں ہار ڈالے۔ پھر آپ نے حکم فرمایا کہ بقیہ اونٹوں کو بھی ایسے ہی وقفِ نذر کیا جائے۔ اس کے بعد قبیلہ خزاعہ کے ایک صحا ! کو آگے روانہ کیا گیا تا کہ وہ قریش کے ردِ عمل کی ۔ لا سکیں۔

رآ ل ا v ﷺ u Ð برہنہ تھے۔ آپ نے قدیم روایت کے مطا . بغیر سلی ہوئی دو

چادروں کا احرام پہنا ہوا تھا۔ ایک چادر بدن کے نچلے حصے کو ڈھانکنے اور دوUی چادر کو اوپری حصے کی پردہ Ù7 کے لیے شانے پر ڈال لیا تھا۔ آپؐ نے عمرہ کی نیت Ð دونفل ادا فرمائے اور تلبیہ (لبیك اللھم لبیك) ''اے Iv میں تیرے—رحاضر ہوں اطاعت وسپردگی کے ساB' کا وردÑ اوع کیا۔ باقی اصحاب نے بھی پیروی کی۔ P p اصحاب نے احرام باندھنے، نفل ادا کرنے اور تلبیہ کو اس لیے مؤخر رکھا کہ احرام باندھ لینے کے بعد شکار کرنے پر پابندی عائد ہو جاC ہے، جبکہ ابھی کافی سفر باقی تھا۔

جب قریشِ مکہ نے زائرین کی مدینہ Ð روانگی کی ¸ سنی تو جیسا کہ رآل Iv ﷺ کا ì ل تھا' وہ شک وشبہ میں مبتلا ہو گئے۔ قریش نے فوری î ر پر صلاح مشورے کے لیے مجلس Â کی۔ انہیں اس Ð پہلے کبھی ایسی ßارتِ حال کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اگر قریش، جو حرمِ مقدس کے نگہبان تھے، ان ایک ہزار Ð زائدعر1ں کو بیت Iv کا e بجالانے Ð روکتے ہیں تو ان کا یہ قدم ان قواعد وقوانین کی شدید ترین Üف ورزی ہوتا X پر عملدرآمد کی وجہ Ð قریش کی عظمت قائم تھی۔ جبکہ دوUی ßارت میں اگر وہ اپنے دشمنوں کو راحت واطمینان Ð مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتے تو اس کے نتیجے میں محمدؐ کو ایسی اÜقی فتح حاÝ ہو جاC T کی دھوم سارے عرب میں پھیل جاC۔ حال ہی میں مدینے پر حملے میں ناکامی کے بعد مسلمانوں کا مکہ میں امن وامان Ð داخلہ گویا حالیہ شکست کے اوپر تاج کی حیثیت رکھتا۔ اور پھر سب Ð بڑی بات یہ کہ جب یہ زائرین e کے ارکان اÏ î ر پر ادا کر D جیسی قدیم زمانے Ð روایت چلی آ رہی تھی تو گویا عام عر1ں کے سامنے اسلام کے اس Ûے پر مہرِ تصدیق ثبت ہو جاC کہ یہ مذہب ابراہیمؑ ہی کا دین ہے۔ اس تمام تر ßارتِ حال پرpب غور کرنے کے بعد یہ ê ہوا کہ ان کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت کا î ال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب نے کہا: ''وIv ایسا نہیں ہوY جب تک کہ ہم میں ایک آنکھ بھی ایسی ہو T میں زندگی کی چمک باقی ہے، ہم کبھی بھی ایسا نہیں ہونے دیں گے۔''

جب ان زائرین کا قافلہ عُسفان پہنچا تو وہ جا îس جسے قریش کی ¸ لانے کے لیے بھیجا گیا تھا، اس ¸ کے ساB واپس آیا کہ قریش نے خالد کو دو î آاروں کے ایک دستے کے ساB ان کو روکنے کے لیے روانہ کیا ہے۔ اس پر رآل Iv ﷺ نے ایک ایسے راہبر کو مہیا کرنے کا فرمایا جو اس قافلے کو متبادل راستے Ð لے جا سکے۔ قبیلہ اسلم کا ایک شخص انہیں سا i Ð قریب ہو

کر اور پھر ایک پیچیدہ اور ناہموار راستے کے ذریعے ایسے درے پر لے آیا جو حدیبیہ میں جا کر نکلتا تھا۔ یہ جگہ مکہ کے † ب میں ایک کھلا خطۂ زمین ہے۔ اس راستے نے انہیں خالد کی نگاہ Ð محفوظ رکھا۔ p ایک ایسے مقام پر ~ ں خالد کے لیے اپنا راستہ بدلنا ممکن نہ تھا، زائرین نے اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعے فضا میں اتنی دھول اڑائی کہ خالد کو معلوم ہو گیا کہ کیا واقعہ 7 آچکا ہے۔ خالد قریش کو زائرین کی آمد کی ¸ دینے کے لیے گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے دستے کے ہمراہ مکہ پہنچا۔

رآل ا۷ ﷺ نے اپنے لیے جو اونٹ پسند فرمایا تھا اس کا نام قصواء تھا۔ جب قافلہ درے کو پار کر چکا تو اونٹنی پہلے رکی اور پھر بیٹھ گئی۔ اونٹنی کے بیٹھنے پر ہَل، ہَل کی صدا Ð پہاڑ گونج اٹھے۔ یہ آواز اونٹ کو اJ کھڑا ہونے کے لیے دی جاC ہے، p اونٹنی ایسے بیٹھی رہی جیسے زمین پر W گئی ہو۔ اصحاب نے اونٹنی کے ضدی ہونے کے بارے میں کہا تو رآل ا۷ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ضدی نہیں ہے، یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ اس کو وہ روکے ہوئے ہے T نے ہاتھی کو روک دیا تھا۔'' آپ نے قریش کی جانب اشارہ کر D ہوئے مزید فرمایا کہ ''آج وہ مجھ Ð جو بھی رعایت چاہیں گے میں ا۷ کے حقوق و قیود کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں دے دوں گا۔''[1] پھر آپؐ نے قصواء کو اٹھنے کو کہا۔ اونٹنی فوراً اJ کھڑی ہوئی اور انہیں لے کر حدیبیہ کے uے تک پہنچ گئی۔ تمام اصحاب بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے تھے۔ وہاں پر آپؐ نے انہیں **Ð** زن ہونے کا حکم فرمایا۔ اس جگہ پر پانی کا نام و نشان نہ تھا Î ائے P گڑھوں میں ~ ں پانی کی تلچھٹ Ï باقی تھی۔ اصحاب پیاس کی شکایت کر رہے تھے۔ رآل ا۷ ﷺ نے قربانی کے اونٹوں کے نگران، قبیلہ اسلم کے ناجیہ کو اپنے پاس بلایا اور ان Ð ایک کنگر میں سب Ð بڑے گڑھے میں جتنا بھی پانی مل سکے ڈال کر لانے کا فرمایا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ رآل ا۷ ﷺ نے اس پانی Ð وçفرمایا اور اس پانی میں کُلی کر دی۔ پھر اپنے ترکش Ð ایک تیر نکال کر فرمایا: ''یہ پانی لے جاؤ اور اس کو گڑھے میں ڈال کر اس تیر Ð اس کو ہلاؤ۔ ناجیہ نے ایسے ہی کیا جیسا حکم دیا گیا تھا۔ گڑھے میں پانی ڈال کر تیر کا ہلانا تھا کہ تیزی Ð اور اتنی مقدار میں پانی جوش مار کر نکلنا Ñوع ہوا کہ قبل اس کے کہ وہ گڑھے Ð باہر نکل سکیں، پانی اوپر چڑھنے لگا۔ زائرین گڑھے کے کنارے پر جمع ہو گئے اور سب نے pب سیر ہو کر pد بھی پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔

زائرین میں اِکا دُکا منافقین بھی تھے X میں ا0 اُ! بھی شامل تھا۔ T وقت وہ بیٹھا پانی 8 رہا تھا تو اس کے \ کے ایک صحا! نے اس Ð مخاطب ہو کر کہا: ''تجھ پر تُف ہوا ے ا! x ب، کیا اب بھی تجھ پر وقت نہیں آیا کہ تو اپنی حیثیت جان لے؟ اس Ð زیادہ (نبی کی سچائی کے لیے) اور کیا ہو Y ہے؟'' اس پر ابنِ اُ! نے جواب دیا: ''میں نے پہلے بھی اس قسم کے کرشمے دیکھے ہیں۔'' اس جواب پر دوu ے صحا! ابنِ اُ! Ð سخت لہجے میں الجھنے لگے تو ابنِ اُ! گھبرا کر رآل ا v کی خدمت میں حاضر ہوا اور 7 بندی کے آ ر پر کہنا ہی چاہتا تھا کہ میری بات کو غلط معنی پہنائے گئے ہیں، p ابنِ اُ! کی زبان U Ð پہلے ہی رآل ا v ﷺ نے اس Ð Y7: ''تو نے اس Ð قبل اس طرح کی بات کہاں دیکھی ہے؟'' ابنِ اُبی 1لا: ''میں نے اس قسم کا معجزہ پہلے کبھی نہیں د ¬ ۔'' رآل ا v ﷺ نے فرمایا: ''پھر? نے وہ بات کیوں کہی؟'' ابنِ اُ! پشیمان ہو کر 1لا: ''میں ا v Ð معافی کا طالب ہوں۔'' اس کے بیٹے نے رآل ا v ﷺ Ð گزارش کی: ''یا رآل ا v آپ ا v Ð میرے والد کے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں۔'' آپ نے دعا فرما دی۔[۲]

زائرین کی پیاس بجھ گئی تو انہوں نے دو بدو uداروں کی مہربانی Ð • 7 کی ہوئی بھیڑوں اور اونٹوں Ðpب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ یہ بدوuدار بنی خزاء Ð تعلق رکھتے تھے جو کسی زمانے میں حرم کے u پرست اور نگہبان ہوا کر D تھے۔ اس \ میں اسلم، کعب اور مصطلق کے قبائل شامل تھے۔ اس \ کا کوئی بھی فرد ایسا نہ تھا جو دل و جان Ð رآل ا v ﷺ کا حامی و مددگار نہ ہو۔ ان میں ایسے بھی تھے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ رآل ا v ﷺ Ð ان کی اس قربت میں سیا Ï مفاد بھی 7شیدہ تھا۔ اس کی انہیں ضرورت اس لیے تھی کہ ان کے پرانے اور شدید دشمن بنی بکر کا قریشِ مکہ کے سا B قدیم معاہدہ چلا آ رہا تھا۔ دشمن کے مقابلے میں توازن برقرار رکھنے کے لیے مسلمانوں Ð اتحاد بڑی تقویت کا باعث تھا۔ یہ پس منظر عنقریب ایسے واقعات کا پیش Ð بننے جا رہا تھا جو • ئی اہمیت کے حامل تھے۔ فی الحال بنی بکر اور بنی خزاء میں اگرچہ کوئی حkک نہیں ہو رہی تھی اور قریش بھی بنی خزاء کو برداشت کر رہے تھے p اس کے سا B سا B ان کی جانب Ð ہر وقت ¸ دار بھی رہتے تھے۔ بنی خزاء کا ایک uکردہ فرد بدیل ابنِ ورقہ اس وقت مکہ میں تھا۔ جب ا Ð رآل ا v ﷺ کی آمد کی ¸ ملی، وہ اپنے P ساتھیوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ کو قریش کے عزائم Ð

با ِ کر سکے۔ اس نے بتایا: ''وہ لوگ ا v کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ آپ اور بیت ا v کے درمیان راستہ کھلا نہ g ڑیں گے، یہاں تک کہ ان کا آخری فرد بھی اس مقصد میں قربان نہ ہو جائے۔'' رآ ل ا v ﷺ نے فرمایا: ''ہم یہاں حkk کرنے نہیں آئے۔ ہم تو محض خانہ کعبہ کا آ اف کرنے آئے ہیں ۔ جو ہماری راہ میں رکاوٹ بنے گا ہم اس Ð حkk کرنے کو تیار ہیں p میں انہیں آ چ بچار کے لیے وقت دینے کو تیار ہوں تا کہ وہ اپنے آ ر پر جو احتیا ï تدابیر کرنا چاہیں کر لیں اور ہمارے لیے راستہ کھلا g ڑ دیں۔''

بدیل اور اس کے ساتھی مکہ واپس گئے تو قریش نے خامطÙ اور بیزاری Ð ان کا Á مقدم کیا۔ جب انہوں نے اپنے آ ر پر رآ ل ا v ﷺ Ð ہونے والی ملاقات اور گفتگو بتانے کی پیشکش کی تو ا1جہل کے بیٹے عکرمہ نے کہا کہ... محمدؐ کی بات Gے کی کوئی pاہمیت نہیں۔ اس پر قریش کے ایک حلیف قبیلہ ثقیف کے عروہ نے، T کی ماں مکہ کی تھی، نے احتجاج کر D ہوئے کہا: یہ رویہ بالکل " معنی ہے۔ اس پر صفوان نے بُدیل Ð کہا: '' ... بتاؤ کہ? نے وہاں کیا د ¬ اور کیا سنا۔'' بُدیل نے انہیں جواب دیا: ''حاجیوں کی نیت بالکل امن و آشتی کی ہے اور یہ بھی کہ رآ ل ا v ﷺ نے قریش کو ان تیاریوں کے لیے وقت دینے کی بھی پیشکش کی ہے جو انہیں حاجیوں کے مکہ میں داخل ہونے کے سلسلہ میں درکار ہیں۔ اس پر عروہ 1لا کہ ''بُدیل? لوگوں کے لیے ایک ا h رعایت لے کر آئے ہو، ایسی رعایت جو کسی کو رد نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس کو رد کرنے میں v ن ہی v ن ہے۔ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے ا Ð قبول کرو اور مجھے اجازت دو کہ میں براہِ راست محمدؐ Ð ملاقات کر کے ان کے ارادے کی توثیق کر لوں اور محمدؐ کے ساتھیوں کے بارے میں بھی جان لوں کہ ان کے ارادے کیا ہیں۔ میں تمہارے لیے ایک جا آس کا کام کروں گا جو ان کی ٹھیک ٹھیک ِ لائے گا۔''

قریش نے عروہ کی پیشکش قبول کر لی p انہوں نے اس Ð پہلے ہی ایک مخبر یا دوuے / ں میں ایک ا½ رآ ل ا v ﷺ کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ یہ شخص قریش کے تمام حلیف بدو قبائل، X کو مجموعی آ ر پر احابیش کہا جاتا تھا، میں بہت مقبول اور معتبر تھا۔ اس کا تعلق کنانہ قبیلہ کے بنی حارث Ð تھا۔ یہ وہی شخص تھا T نے احد کے میدان میں مسلمان شہدا کی لاØں کی " حرمتی کرنے پر قریش کو لعن طعن کیا تھا۔ T وقت رآ ل ا v ﷺ نے ا Ð آ D ہوئے د ¬ تو اس کے چہرے مہرے یا اس کے بارے میں عام شہرت کے j الے Ð جان گئے کہ یہ

ایک نیک انسان ہے، ایسا انسان T کے دل میں مقدس q وں کا بڑاا ام ہے۔آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ قربانی کے لیے مختص تمام جانوروں کو اس کے استقبال کے لیے لایا جائے۔ جب حُلیس کے سامنے قربانی کے لیے نشان زدہ ستر اونٹوں کی قطار بڑےا ام اور تقدس Ð گزری تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ رآل اv ﷺ Ð گفتگو کے لیے آگے بڑھنے کی بجائے فوراً واپس پلٹا اور قریش کو یقین دلایا کہ زائرین کی نیت امن و آشتی کے آا کچھ بھی نہیں۔اس کے اس بیان پر مکہ والے مشتعل ہو گئے اور انہوں نے حلیس Ð کہا کہ وہ محض ایک صحرائی بدو ہے اور ا Ð حالات کی سنگینی کے بارے میں کچھ علم نہیں۔قریش کی اس حکمتِ عملی کا نقص ان پر جلد ہی واã ہو گیا۔ p اب وقت گزر چکا تھا۔حلیس نے بڑے غصہ میں ان کو مخاطب کر کے کہا: ''اے مردانِ قریش! واv ہم لوگ تمہارے اتحادی بننے پر اس لیے راè نہیں ہوئے اور نہ ہی اس قسم کے برتاؤ کے لیے? Ð معاہدہ کیا ہے کہ جو شخص بیت اv کا ا ام اور اس کی زیارت کرنے آئے? اس کی راہ میں کھڑے ہو جاؤ۔اس ذات کی قسم T کے قبضے میں میری جان ہے یا تو محمدؐ کو وہ کرنے کی اجازت دو T کے لیے وہ آئے ہیں یا میں احابیش کے ہر فرد کو اپنے سا B لے کر یہاں Ð نکل جاؤں گا۔'' اس پر قریش نے کہا: ''حلیس اس بارے میں تب تک درگزر Ð کام لو جب تک ہم ان Ñائط پر کوئی سمجھوتہ نہ کر لیں جو ہمارے لیے قابلِ قبول ہوسکتی ہیں۔''

اÌ اثنا میں عروہ ثقفی عازمینِ e کے خیموں تک پہنچ چکا تھا اور رآل اv ﷺ Ð اس کی گفت وشنیدÑوع ہو چکی تھی۔ وہ رآل اv ﷺ کے سامنے بیٹھ کر ایسا برتاؤ کرنے لگا جیسے وہ آپ کا ہم مرتبہ وہم پلہ ہو۔اس نے جب رآل اv ﷺ کو مخاطب کیا تو عرب روایت کے مطا . آپ کی ریشِ مبارک تک ہاB لے گیا۔صحابہ میں Ðمغیرہؓ نے جو پاس ہی کھڑے تھے انہوں نے تلوار کے دستے Ð اس کا ہاB ہٹا دیا۔ P ہی سا o ں بعد اس نے پھر اس بدتمیزی کی جرأت کی تو مغیرہؓ نے اس کے ہاB پر تلوار کے دستے کو زور Ð مار D ہوئے کہا: ''اv کے رآل کی ریشِ مبارک Ð ہاB دور رکھو۔'' اس کے بعد عروہ نے اس قسم کی حرکت Ð گریز کیا T میں "تکلفی یا برابری کا اظہار ہو Y تھا۔ وہ کچھ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد کئی گھنٹے تک Ð گاہ میں ہی رہا۔اس نے قریش Ð وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے مخبر اور ½ا کا کردار ادا کرے گا، اس لیے وہ ہر بات کا گہرائی Ð کھوج لگانے میں مصروف تھا۔ وہ باتیں جو اس Ð

پہلے نہ کبھی دیکھی اور نہ سنی تھیں۔ جب وہ مکہ واپس آیا تو اس نے قریش Ð کہا: ''اے قریش، اس Ð پہلے? نے مجھے سفیر کے î ر پر بادشاہوں کے پاس بھی بھیجا ہے، قیصر اورÆو اور نجاÙ، p میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں د ¬ T کے درباری اس کی اتنی عزت کر D ہوں جیسی تعظیم محمدؐ کے اصحاب ان کی کر D ہیں۔ اگر وہ کوئی حکم دیں تو سب اس کی بجا آوری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ وہ وçکر D ہیں تو وہ اس کے پانی کے لیے جھگڑ D ہیں۔ ان کے ـــر میں جب وہ کلام کر D ہیں تو ان کی آوازیں ادب Ð پست ہوC ہیں۔ وہ نگاہ بھر کے ان کے چہرے پر نظر نہیں ڈالتے بلکہ ان کی آنکھیں تعظیماً جھکی رہتی ہیں۔ انہوں نے اپنے î ر پر? کوا h رعایت دی ہے اس لیے بہتر ہے کہ? اس پر راè ہوجاؤ۔''[۳]

ابھی عروہ Ð گاہ پر ہی تھا کہ رîآل اV ﷺ نے کعب کے خراشؓ نامی صحا ! کو قریش کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ جب خراشؓ وہاں پہنچے تو عکرمہ نے ان کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ حلیس اور اس کے ساتھیوں نے بیچ بچاؤ کیا اور سفیر کی جان بچا کر قریش کو مجبور کیا کہ انہیں رîآل اV ﷺ کے پاس واپس جانے دیا جائے۔ جب خراشؓ واپس پہنچے تو انہوں نے کہا: ''یارîآل اVکسی ایسے آدمی کو سفیر بنا کر بھیجئے T کو میرے مقابلے میں بہتر تحفظ حاÝ ہو۔'' رîآل اV ﷺ نے عمرؓ کو اپنے پاس بلایا تو انہوں نے کہا کہ ''قریش ان کی شدید مخالفت Ð بخو ! آگاہ ہیں اور ان کا قبیلہ عدی بھی قریش کے مقابلے میں اتنا طاقتور نہیں جو 1قتِ ضرورت ان کے کام آ سکے، p میں ایک ایسے فرد کا نام @ ہوں جو مکہ میں میرے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہے اور T کے اعزاء و اقرباء زیادہ دولتمند ہیں اور میرے مقابلے میں انہیں بہتر تحفظ حاÝ ہے: عثمانؓ ابنِ عفان۔'' رîآل اV ﷺ نے عثمانؓ کو قریش کے پاس روانہ کیا۔ ان کے خاندان عبدالشّمس کے رشتہ داروں اور دوUوں نے ان کا çہ پیشانی Ð استقبال کیا۔ انہوں نے بار بار یہ پیشکش کی کہ اگرچہ انہوں نے مکہ Ð باہر Ð زن زائرین کو îافِ کعبہ کی اجازت نہ دینے کا تہیہ کیا ہوا ہے p ذاC îر پر وہ îاف کر M ہیں، p عثمانؓ نے اس Ùات کو رد کر دیا۔ قریش نے اس Ð پہلے ابنِ ا ! کو بھی ایک پیغام کے ذریعے îاف کی پیشکش کی تھی p اس نے جواب دیا تھا کہ ''جب تک اVکا رîآل îافِ کعبہ نہ کر لیں میں بھی îاف نہیں کروں گا۔'' رîآل اV ﷺ کو یہ بات Á کر مسرت ہوئی۔

حوالے، حواشی اور تشریحات: (۱) ابنِ اسحٰق: ۷۴، واقدی: ۵۸۷۔ (۲) واقدی:

۵۸۹۔(۳) بخاری:۵۴، ۱۵، واقدی:۶۔۵۹۳۔

فتح مبین

T وقت عثمانؓ مکہ گئے ہوئے تھے تو رآل ا v ﷺ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی جو نزولِ وk کے وقت طاری ہوC تھی۔ p اس وقت اتنا فرق تھا کہ آپؐ کو اپنے اوپر 7را قا1 تھا۔ آپؐ نے ایک صحا! کو + میں طلب کر کے ہدایت کی اور انہوں نے Đ گاہ میں جا کر یہ اعلان کیا کہ ''ا v کے رآل کی خدمت میں روح الامین نازل ہوئے ہیں اور انہوں نے سب Đ بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ پس ا v کا نام لے کر آگے بڑھو اور رآل ا v ﷺ کے ہاB پر بیعت کرو۔''[۱] اس دوران میں رآل ا v ﷺ ایک ببول کے درخت کے نیچے = یف لے گئے۔ یہ ہرا بھرا درخت تھا اور بہار کی کونپلوں Đ لدا ہوا تھا جو پتوں کی شکل ا) رکر رہی تھیں۔ ایک کے بعد ایک صحا! آ D گئے اور رآل ا v ﷺ Đ بیعت کر D گئے۔ سب Đ پہلے جو صحا! آئے ان کا نام سِنانؓ تھا اور ان کا تعلق ا Ï قبیلہ Đ تھا T Đ جحشؓ کے خاندان کا تعلق تھا a بنی اسد ابنِ خزیمہ Đ۔ منادی میں بیعت کی نوعیت کے بارے میں کچھ Üاحت نہ کی گئی تھی اس لیے سِنانؓ نے عرض کی: ''یا رآل ا v میں اس بات پر بیعت کرتا ہوں جو آپ کے دل میں ہے۔'' دوUوں نے بھی ا Ï انداز Đ بیعت کی۔ اس کے بعد رآل ا v ﷺ نے فرمایا: ''میں عثمان کی جانب Đ بیعت کرتا ہوں۔'' اس کے بعد آپ نے اپنا بایاں ہاB اپنے داماد کے ہاB کی حیثیت Đ فرض کیا اور اس کو دائیں ہاB میں پکڑ کر بیعت کو مکمل کر دیا۔ Üف ایک آدمی ایسا رہ گیا تھا T نے منادی کے اعلان Đ ایفا نہ کیا۔ اس منافق شخص کا نام جَدا0 قیس تھا جو بیعت کے وقت اونٹوں کے پیچھے چھپ گیا p اس کے باوجود وہ نظروں میں آ گیا۔

قریش نے اب سہیل کو صلح کے معاہدہ کی تکمیل کے لیے روانہ کیا، اس کے ہمراہ اس کے \ کے مکرز اور j یطب تھے۔ انہوں نے رآل ا v ﷺ Đ گفتگو کی۔ دورانِ گفتگو معاملہ گمبھیر ہوتا تو آوازیں بلند ہونا Ñوع ہو جاتیں اور اگر معاملہ سیدھا ^ رہا ہوتا تو آوازیں دھیمی پڑ جاتیں۔ اصحاب ان آوازوں کے زیرو / پر کان لگائے ہوئے تھے۔ آخر کار جب سمجھو D پر اتفاق ہو گیا تو رآل ا v ﷺ نے علیؓ کو ہدایت کی کہ سمجھو D کی Ñائط کو ا v کی نازل کردہ مقدس آیت ''بسم ا v الرحمٰن الر°'' Đ Ñوع کریں۔ p سہیل معترض ہوا اور لفظ ''رحمان'' پر

اس نے کہا: ''مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا ہے اگر لکھنا ہے تو یوں لکھو ''بـا اسـمـك الـلـهـم'' a تیرے نام Ð یا ıv، جیسا کہ تمہارا لکھنے کا پہلے معمول تھا۔ اس پر صحابہ میں Ð کچھ نے فوراً کہا: ''وا v ہم Î ائے بسم ıv الرحمٰن الر ° کے کچھ اور لکھنے پر را è نہ ہوں گے'' p رÎ ل ıv ﷺ نے ان کے اعتراض کو نظر انداز کر D ہوئے فرمایا: ''لکھ دو بـا اسـمـك اللهم'' پھر Ñ ئط کی املا کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''یہ صلح نامے کی Ñ ئط ہیں جو محمد رÎ ل ıv اور سہیل 0 عمرو کے درمیان ð ہوئی ہیں'' p سہیل نے ایک مرتبہ پھر احتجاج کیا اور کہا: ''اگر ہم اس بات کو مانتے کہ آپ ıv کے رÎ ل ہیں تو ہم آپ کو بیت ıv میں داخل ہونے Ð کیوں روکتے اور آپ کے Ü ف حملے کیوں کر D ، اس لیے آپ لکھوایئے 'محمد ابنِ عبدıv'۔'' علیؓ املا تحریر کر چکے تھے، رÎ ل ıv ﷺ نے فرمایا: ''علی ان الفاظ کو کاٹ دو۔'' علیؓ نے کہا: ''میں تو نہیں کاٹ Y ۔'' اس پر رÎ ل ıv ﷺ نے ان Ð فرمایا کہ انگلی Ð ان الفاظ کی نشاندہی کرو۔ پھر آپؐ نے p د انہیں کاٹ دیا اور علیؓ Ð فرمایا کہ ان کی جگہ ''ابنِ عبدıv'' لکھ دو۔ علیؓ نے ارشاد کی تعمیل کی۔

دستاویز کا مضمون جاری رہا: ''ہم نے باہمی اتفاق کیا ہے کہ دس سال تک حملے Ð باز رہیں گے۔ اس مدت میں لوگوں کو امن میسر ہوگا اور ایک دو u ے پر تشدد نہیں کیا جائے گا۔ اس Ñ ط کے سا B کہ قریش کا جو آدمی u پرست کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس آئے گا، محمدؐ ا Ð واپس کر دیں گے۔ p محمدؐ کے اصحاب میں Ð کوئی قریش کے پاس آئے گا تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ کوئی بھی سازش اور خفیہ کارروائی نہیں کی جائے گی۔ جو کوئی محمدؐ Ð اتحاد کرنا چاہے وہ کر سکے گا اور جو قریش Ð حلیفانہ تعلق قائم کرنے کا p اہشمند ہوگا اس کو اس کی آزادی ہو گی۔'' اس وقت Ð گاہ میں خزاعہ کے کچھ لوگ زائرین Ð ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے اور قریش کے وفد کے سا B بنی بکر کے کچھ لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ اس موقع پر خزاعہ کے لوگ جوش میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: ''ہم محمدؐ کے سا B ہیں اس معاہدے میں بھی اور ان Ð تعلق میں بھی۔'' اس پر بنی بکر کے لوگ 1 لے: ''ہم قریش کے سا B ہیں اس معاہدے میں بھی اور ان Ð تعلق میں بھی۔ دونوں قبائل کے u داروں نے بعد میں اس معاہدے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ معاہدہ ان الفاظ پر « ہوا: ''? محمدؐ اس سال واپس جاؤ گے اور مکے میں ہماری موجودگی میں ہماری اجازت کے Ü ف داخل نہیں ہو گے، p آنے والے سال ہم مکہ g ڑ کر

نکل جائیں گے اور؟ اپنے اصحاب کے ساB اس میں داخل ہو گے۔ تین دن قیام کرو گے، تمہارے ساB Î ائے اس اسلحہ کے جو مسافر رکھتے ہیں کوئی اسلحہ نہیں ہو گا اور تلواریں نیام میں ہوں گی۔''[۲]

رÎ ل ا v ﷺ کو e کی جو بشارت ہوئی تھی اس کی برکت Đ اصحاب کو یقین تھا کہ ان کی یہ مہم کامیا ! Đ uفراز ہو گی، p جب انہوں نے صلح نامہ کی Ñ ائط سنیں اور انہیں معلوم ہوا کہ حرمِ کعبہ کی مقدس حدود تک پہنچ کر انہیں کچھ حا Ý کیے بغیر اپنے گھروں کو لوٹ جانا ہو گا تو یہ اچانک ß رتِ حال ان کی برداشت Đ بالکل ہی باہر تھی۔ اس Đ بھی بدتر واقعہ یہ 7 آیا کہ ان حالات میں جب وہ مکدر اور مایوÌ کے عالم میں انہونی ß رتِ حال Đ دوچار تھے تو زنجیروں کی جھنکار سنائی دی اور ایک نوجوان Đ گاہ میں لڑکھڑاتا ہوا اس عالم میں داخل ہوا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں تھی۔ یہ ا1جندلؓ تھے جو سہیل کے کم سن بیٹوں میں Đ ایک تھے۔ ان کے اسلام لانے کی وجہ Đ باپ نے انہیں قید کر رکھا تھا۔ ا Đ ڈر تھا کہ وہ مدینہ نہ بھاگ جائے۔ ا1جندلؓ کے بڑے بھائی عبدا vؓ Đ گاہ میں زائرین کے ہمراہ موجود تھے اور قریب تھا کہ آگے بڑھ کر بھائی کا Í مقدم کر D کہ سہیل نے زنجیر کا ایک u ا، جو ا1جندلؓ کی گردن میں تھا Đ اپنے ہاB میں لے کر ان کے منہ پر مارا۔ اس کے بعد منہ پھیر کر رÎ ل ا v ﷺ Đ مخاطب ہوا: ''جب ا1جندل آپ Đ ملنے آیا تو اس Đ قبل ہمارا اقرار نامہ ð ہو چکا تھا۔'' رÎ ل ا v ﷺ نے فرمایا: ''ہاں؟ ٹھیک کہتے ہو۔'' سہیل 1لا: ''تو پھر ا Đ ہمارے ساB واپس کر دیں۔'' ا1جندلؓ نے 7ری قوت Đ بلند آواز میں کہا: ''اے مسلمانو! کیا مجھے بت پرستوں میں واپس بھیج دیا جائے گا تا کہ وہ مجھ پر میرے دین کی وجہ Đ ظلم وستم جاری رکھیں۔'' رÎ ل ا v ﷺ سہیل کو ایک جانب لے گئے اور اس Đ اپنے بیٹے کو آزاد کر دینے کی pاہش کی، p سہیل نے صاف انکار کر دیا۔ سہیل کے ساتھی سفیر مِکرز اور j یطب اس وقت تک خاموش تھے p یہ محسوس کر D ہوئے کہ یہ سانحہ صلح نامہ کی ابتدا میں ہی بدشگونی 0 چکا ہے، انہوں نے مداخلت کر D ہوئے کہا: ''اے محمد! آپ کی طرف Đ ہم ا Đ پناہ دیں گے۔'' اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ا1جندلؓ کو اپنے ساB رکھ لیں گے، اس کے باپ Đ دور۔ اور وہ اپنے وعدے پر 7ری طرح قائم رہے۔ رÎ ل ا v ﷺ نے فرمایا: ''ا1جندلؓ صبر کرو۔ ا v یقیناً تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو تسکین دے گا اور کوئی راہ نکال دے گا۔ ہم لوگوں نے ایک صلح

نامہ کی Ñائط پر اتفاق کر لیا ہے اور ان Đ ایک عہد کر لیا ہے۔ انہوں نے بھی عہد کی پاسداری کی قسم کھائی ہے۔ اور ہم اپنے کیے ہوئے عہد Đ نہیں پھریں گے۔''

اس مرحلہ پر عمرؓ اپنے اوپر مزید قا1 نہ رکھ سکے۔ وہ رآل ا v ﷺ کے پاس گئے اور کہا: ''کیا آپ ا v کے رآل نہیں ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں۔'' عمرؓ نے Y7: ''کیا ہم h پر اور ہمارے دشمن با ë پر نہیں ہیں؟'' رآل ا v ﷺ نے پھر اثبات میں جواب فرمایا تو عمرؓ نے کہا: ''تو پھر ہم اپنے دین کی عزت و وقار کے Üاف ان کے آگے کیوں جھکیں؟'' اس پر رآل ا v ﷺ نے فرمایا: ''میں ا v کا رآل ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا، وہی مجھے فتح عنایت کرے گا۔'' عمرؓ 1لے: '' p کیا آپ نے ہم Đ نہیں فرمایا تھا کہ ہم خانۂ خدا میں جائیں گے اور خانہ کعبہ کا Îاف بجا لائیں گے؟'' رآل ا v ﷺ نے عمرؓ Đ فرمایا: ''ہاں، یہی کہا تھا p کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اÌ سال جائیں گے؟'' عمرؓ نے تسلیم کیا کہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تھا۔ رآل ا v ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً ? خانہ کعبہ تک جاؤ گے اور اس کا Îاف بھی کرو گے۔'' p عمرؓ ابھی تک غصے میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ وہ ا1بکرؓ کے پاس آئے تاکہ اپنے جذبات کی گرمی نکال سکیں اور ان Đ بالکل وہی Îالات کیے جو انہوں نے رآل ا v Đ کیے تھے۔ ا1بکرؓ نے بھی بالکل وہی جوابات دیے جو رآل ا v ﷺ نے فرمائے تھے حالانکہ وہ رآل ا v ﷺ Đ عمرؓ کے Îال و جواب Đ آگاہ نہیں تھے۔ آخر میں ا1بکرؓ نے کہا: ''7ری وفاداری کے سا B ان کے ہم رکاب رہو، کیوں کہ خدا کی قسم وہ h پر ہیں۔'' اس طرزِ عمل کا عمرؓ پر خاصا اثر پڑا اور اگرچہ ان کا غصہ اب بھی باقی تھا p انہوں نے اس بارے میں مزید کوئی بات نہ کی اور جب رآل ا v ﷺ نے انہیں بلا کر عہد نامے پر اپنا نام لکھنے کو کہا تو عمرؓ نے فوراً دستخط کر دیے۔ رآل ا v ﷺ نے سہیل کے فرزند عبدا Vؓ Đ بھی دستخط کرنے کو کہا۔ X دیگر صحابہؓ نے اس صلح نامے پر دستخط کیے ان میں علیؓ، ا1بکرؓ، عبدالرحمانؓ ابنِ Üاف اور محمودؓ 0 مسلمہ تھے۔

عام Îر پر تلخی کی جو فضا پیدا ہو گئی تھی اس پر کسی حد تک قا1 پایا جا چکا تھا p جب سہیل اور دو U ے لوگ ا1جندلؓ کو لے کر چلے تو صحابہؓ کے جذبات میں ایک بار پھر Ì ن پیدا ہو گیا۔ رآل ا v ﷺ ان اصحاب کے سا B ایک طرف کھڑے تھے جنہوں نے صلح نامہ پر دستخط کیے تھے۔ اب وہ ان Đ الگ ہو کر وہاں = یف لائے ~ ں زائرین کا ا Ý مجمع تھا۔ آپؐ نے

فرمایا: ''اٹھو اور اپنے جانوروں کی قربانی دو اور اپنے u کے بال منڈواؤ۔'' کسی صحا ! نے اپنے جگہ Ð حرکت نہ کی۔ آپؐ نے دوuی اور پھر تیسری بار ارشاد فرمایا p تمام اصحاب a ان اور uاسیمہ خامظ Ð آپؐ کو دیکھتے رہے جیسے انہیں کچھ نظر ہی نہ آ رہا ہو۔ صحابہ کا ردِعمل uکشی نہیں تھی، بلکہ حالات نے T طرح پلٹا کھایا تھا، ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئی تھیں، وہ حقیقتاً T ذہنی انتشار کا شکار ہو چکے تھے، اس پس منظر میں جب انہیں قربانی کا حکم دیا جا رہا تھا تو ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ حکم ارکانِ e کے بارے میں کس طرح ہو Y ہے۔ وہ جانتے تھے کہ سنتِ ابراہیمی کے مطا . قربانی تو حدودِ کعبہ کے اندر ضروری تھی اور انہیÑ ائط کا اطلاق uمنڈانے پر بھی تھا۔ اس بظاہر نافرمانی نے رآ ل ا v ﷺ کو بھی پریشانی میں ڈال دیا۔ آپؐ + میں = یف لائے اور اُمِ سلمہؓ کوßارتِ حال کے بارے میں بتایا۔ اُمِ سلمہؓ نے مشورہ دیا: ''آپ ارکان بجا لانے کے لیے کسی صحا ! کو کچھ کہے بغیر اپنی قربانی 7ری کر دیں۔'' آپؐ اپنی نذر کے اونٹ کی جانب = یف لے گئے اور بآوازِ بلند، تاکہ سب صحابہؓ Ð Áسکیں، تکبیر پڑھتے ہوئے Ð قربان کر دیا۔ بسم ا v، ا v اکبر کی صدا Ee ہی سب صحابہ حسد مار کر اٹھے اور اپنے اونٹوں کی قربانیاں دینے کے لیے دوڑ پڑے اور تعمیلِ حکم کی بجا آوری کےØق میں ایک دوuے پر گرنے لگے۔ T دم رآ ل ا v ﷺ نے خراشؓ، جنہیں آپؐ نے عثمانؓ Ð قبل مکہ روانہ کیا تھا، کو آواز دی کہ وہ آپ کا uمونڈ دے تو آپ کی پیروی میں سب صحابہ نے اس جوش وخروش Ð اپنے uمونڈنےÑوع کیے کہ امِ سلمہؓ نے بعد کے دنوں میں بتایا کہ انہیںpف پیدا ہوا کہ اس جوش وخروش کے باعث { یہ اپنے آپ کو زخمی نہ کر لیں۔ p بعض صحابہؓ ایسے بھی تھے جنہوں نے سارےuکی بجائے اپنے بالوں کی کچھ™ ہی ترØائیں، یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ تمام uمونڈنے کی بجائے یہ بھی قابلِ قبول ہوتا ہے۔ ا Ï دوران میں رآ ل ا v ﷺ خراشؓ کو لے کر اپنے Ð میں واپس = یف لے آئے۔ جب ارکانِ e بجا لائے جا چکے تو آپؐ + کے سامنے اپنا uمنڈائے کھڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''ا v کی رحمت ہو ان پر جنہوں نے اپنا uمنڈوایا۔'' اس پر وہ صحابہؓ جنہوں نےÜف™ ترØائی تھیں، انہوں نے احتجاج کیا: ''اور وہ جنہوں نےÜف بال ترØائے ہیں یا رآ ل ا v؟'' p آپؐ نے وہی کلمات دہرائے تو احتجاجY آوازیں مزید بلند ہوئیں۔ اس کے بعد آپؐ نے تیسری بار بھی وہی کلمات فرمائے تو مزید احتجاج کے جواب میں آپؐ نے فرمایا: ''اور ان پر بھی جنہوں

نے اپنے بالوں کو ترØ ایا۔'' بعد میں جب آپؐ Ð دریافت کیا گیا کہ پہلے آپؐ نے Üف ان کے h میں دعائیہ کلمات کیوں فرمائے جنہوں نے اپنے u منڈوائے تھے تو آپؐ نے فرمایا: ''کیونکہ وہ شک میں نہیں پڑے۔''

رآ ل ا v ﷺ اپنے + میں واپس = یف لائے اور اپنے گھنے بالوں کو زمین Ð اکٹھا کر کے قریب ہی g ئی موئی کے درخت پر پھینک دیے۔ یہ دیکھ کر زائرین اس درخت کے گرد اکٹھے ہو گئے اور برکت کے " ل کے لیے زیادہ Ð زیادہ موئے مبارک اکٹھے کرنے کے لیے ا ٹ پڑے۔ نسیبہؓ بھی مردوں Ð پیچھے نہ رہیں اور وہ بہر آ ر درخت تک پہنچ کر کچھ ™ جھپٹ لینے میں کامیاب رہیں۔ انہوں نے مر D دم تک اس قیمتی خزانے کو اپنے Ð لگائے رکھا۔

پڑاؤ کی زمین پر ہر جانب زائرین کے بال بکھرے پڑے تھے کہ اچانک ہوا کا طاقتور جھونکا آیا اور ان بالوں کو زمین Ð اٹھا کر مکے کی جانب اڑا کر حرم کے علاقے میں پہنچا دیا۔ تمام اصحاب نے اس کو اس بات کی علامت جانا کہ ان کی نیت کے باعث ا v تعالیٰ نے ان کی زیارت کو قبول کر لیا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رآ ل ا v ﷺ نے انہیں قربانی کرنے کا حکم کیوں دیا تھا۔

مدینہ واپسی کے سفر میں عمرؓ کو دل کی خلش نے پریشان کرنا Ñ وع کر دیا۔ ان کی پریشانی اس وقت بہت بڑھ گئی جب انہیں ا ^ س ہوا کہ رآ ل ا v ﷺ ان Ð ارادتاً دور رہ کر بات کرنے Ð گریزاں ہیں۔ عمرؓ رآ ل ا v ﷺ Ð آگے نکل گئے اور p د Ð کہنے لگے: ''اے عمرؓ اب اپنی ماں کو بیٹے کا غم کرنے دے۔'' بعد میں کسی موقع پر انہوں نے کہا کہ انہوں نے اپنی کوتاہ اندیشی کے باعث رآ ل ا v ﷺ Ð ایسے آ الات کیے تھے X Ð ان کی دانش پر شک کا اظہار ہوتا تھا۔ وہ یہ آ چ کر سخت اذیت میں تھے کہ { ا v تعالیٰ کی جانب Ð ان کی ملامت پر مبنی k و نازل نہ ہو جائے۔ ان کا یہ اندیشہ اس وقت ا • پر پہنچ گیا جب انہوں نے اپنے عقب میں تیزی Ð آ D ہوئے گھوڑے کی ٹا 8 سنیں۔ گھوڑ آ ار نے انہیں پیغام دیا کہ انہیں رآ ل ا v ﷺ نے طلب کیا ہے۔ p عمرؓ کی تمام تر اذیت اس وقت « ہو گئی جب انہوں نے رآ ل ا v ﷺ کے چہرہ پرنور کو مسرت و شادمان د ¬ ۔ آپؐ نے فرمایا: ''مجھ پر ایک آ رۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے اس آ رج تلے ہر ایک Ú Ð زیادہ عزیز ہے۔'' اس k و کی

رو Ð اب کسی شک کی گنجائش باقی نہ رہی تھی کہ وہ T مہم Ð واپس آ رہے ہیں ا Ð فتح مبین سمجھنا چاہیے کیونکہ قرآنی آیت کی ابتدا کا انداز کچھ اس طرح Ð ہے: ''ہم نے? کو کھلی فتح عطا کر دی ہے۔''[3] حال ہی میں جو معاہدہ ہوا تھا k میں اس کا بھی ذکر تھا۔ ''v ا نے مومنین کی یہ بات بہت پسند کی کہ جب انہوں نے (یا رÎ ل v ا) آپ Ð درخت کے نیچے بیعتِ وفاداری کا حلف اٹھایا۔ v ا کو معلوم تھا کہ ان کے دلوں میں کیا تھا۔ اور اس نے ہی ان پر سکینت نازل فرمائی اور انعام میں قریبی فتح عطا کی۔''[4] T p شنودی کا j الہ دیا گیا وہ اس کے لیے رç ان کے وعدے Ð کم نہیں ہے۔[5] T نے بیعت کا h ادا کیا۔ ا Ï لیے یہ بابرکت بیعت ''بیعتِ رç ان'' کے نام Ð جانی جا C ہے۔

نزولِ سکینہ[6] کا ذکر ایک دو u ی آیت میں بھی آیا ہے: ''وہی ہے T نے اہلِ ایمان کے دلوں پر سکینت نازل کی تا کہ ان کے ایمان میں اضافہ کر کے ان کے ایمان کو بلند تر کر دیا جائے..... تا کہ وہ مومن مردوں اور Ù ارتوں کو ہمیشہ رہنے کے لیے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے X کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان کی برائیاں ان Ð دور کر دے۔ v ا کے نزدیک یہ بڑی کامیا ! ہے۔''[7]

رÎ ل v ا ﷺ نے جو p اب د ¬ تھا اور T کے باعث انہیں اس مہم پر آنے کی تحریک ہوئی تھی اس کی جانب اشارہ اس طرح کیا گیا: ''v ا نے اپنے رÎ ل کو سچا p اب دکھایا تھا جو 7 رے h کے مطا . تھا۔ ان شاء v ا? ضرور مسجدِ حرام میں تمام تر امن کے سا B داخل ہوگے، اپنے بال منڈاؤ گے اور تر Ø اؤ گے اور تمہیں کوئی p ف نہیں ہوگا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا T کو? نہیں جانتے تھے۔ اس لیے اس نے وہ p اب 7 را ہونے Ð پہلے یہ قریبی فتح ? کو عطا کر دی۔''[8]

حوالے، حواشی اور تشریحات: (۱) واقدی: ۶۰۴۔ ا 0 اسحٰق: ۸۔۷۴۷۔ (۳) قرآن ۴۸: ۱۔ (۴) قرآن: ۴۸۔۱۸۔ (۵) ا Ý تصنیف: صفحہ ۹۵۔ (۶) عبرانی زبان میں ''شکینہ'' (۷) قرآن ۴۸: ۴۔۵۔ (۸) قرآن ۴۸: ۲۷

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو انداز آفاقی
(اقبالؒ)

کہ من دارم ہوائے منزلِ دوست

علامہ اقبال نے ۱۳ر جون ۱۹۳۷ء کو uا کبر©ری کے نام ایک خط میں لکھا کہ عمر کے ان ڈھلتے سالوں میں، جب کہ میری زندگی کا کام عملاً انجام کو پہنچ چکا ہے..... ایک ہی pاہش، جو ہنوز میرے Y میں خلش پیدا کرC ہے، یہ رہ گئی ہے کہ اگر ممکن ہو تو e کے لیے مکہ جاؤں اور وہاں Ð اس کی تربت پر حاضری دوں، T کا ذاتِ الٰہی Ð " پایاں ' میرے لیے وجہِ تسکین اور uچشمۂ الہام رہا ہے۔(۱)

علامہ اقبال ۱۹۳۴ء Ð بیمار چلے آ رہے تھے۔ وہ e بیت ا vاور زیارتِ مدینہ کی دیرینہ آرزو رکھتے تھے، p اب علالت نے ان کی pاہش کو تیز تر کر دیا تھا۔ X دنوں اکبر©ری کو مذکورہ بالا خط لکھا، ا Ï زمانے میں وہ ارمغانِ حجاز کی رباعیات بھی لکھ رہے تھے اور اس j الے Ð تصور ہی تصور میں وہ حجاز کے سفرِ سعادت پر روانہ ہو چکے تھے۔

دو روز بعد ۱۵ر † ری ۱۹۳۷ء کو انھوں نے uراس مسعود کو ایک خط میں لکھا: ''اِن شاء ا v امید ہے کہ سالِ آئندہ e بھی کروں گا اور دربارِ رسالتؐ میں حاضری بھی دوں گا اور وہاں Ð ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانانِ ہند یاد کریں گے۔''(۲) یہ اشارہ ہے، آخری مجموعۂ کلام ارمغانِ حجاز کی طرف، جسے وہ ضربِ کلیم (۱۹۳۶ء) کے بعد Ð مرتب کر رہے تھے۔

(۲)

علامہ اقبال کے ہاں ابتدا ہی Ð جذبۂ عشقِ رآ ل کا ایک والہانہ اظہار ملتا ہے۔ اوائل میں اظہارِ o ت کا انداز با kم رسمی اور روایتی تھا، مثلاً ''نالۂ یتیم'' (۱۹۰۰ء) کا یہ شعر ؎

اس نے پہچانا نہ تیری ذاتِ پُر انوار کو
جو نہ سمجھا اِ£ " میم کے اuار کو(۳)

یا ''فریادِ اُمت'' کے بعض اشعار، جیسے ؎

T کی تاثیر Ð ہو عزتِ دِین و دُنیا
ہائے اے شافعِ محشر وہ دُعا کون Ï ہے

T کی تاثیر Ð یک جان ہو امت ساری
ہاں بتا دے ... وہ طرزِ وفا کون Ï ہے(۴)

p ایسے روایتی اشعار Ð { زیادہ والہانہ شیفتگی کا اظہار ۱۹۰۵ء کے اس مکتوب Ð ہوتا ہے، جو انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان جا D ہوئے اثنائے سفر اپنے دوست مولوی انشاء ا V خاں کو لکھا تھا:

''اب سا i قریب آتا جاتا ہے اور P گھنٹوں میں ہمارا ~ زعدن جا پہنچے گا۔ سا i عرب کے تصور نے جو ذوق وØق اس وقت دل میں پیدا کر دیا ہے، اس کی داستان کیا عرض کروں!
' دل یہی چاہتا ہے کہ زیارت Ð اپنی آنکھوں کو منور کروں ۂ

ا V رے خاکِ پاکِ مدینہ کی آبرو
pرشید بھی گیا تو اُدھر u کے بل گیا

اے عرب کی مقدس uزمین! تجھ کو مبارک ہو۔ تو ایک پتھر تھی، T کو دنیا کے معماروں نے رَد کر دیا تھا، مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھ دیا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن کی ā دتجھ پر رکھی گئی ..... تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقشِ قدم دیکھے ہیں اور تیرے کھجوروں کے سائے نے ہزاروں ولیوں اور سلیمانوں کو تمازتِ آفتاب Ð محفوظ رکھا۔ کاش! میرے بدکردار جسم کی خاک تیرے بیابانوں میں اڑC پھرے اور یہی آوارگی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش! مَیں تیرے صحراؤں میں لٹ جاؤں اور دنیا کے تمام سامانوں Ð آزاد ہو کر تیری تیز دھوپ میں جلتا ہوا اور پاؤں کے آبلوں کی پروانہ کرتا ہوا، اس پاک uزمین میں جا پہنچوں، ~ ں کی گلیوں میں اذانِ بلال کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی۔''(۵)

اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے ولایت جا رہے تھے۔ ان کا رُخ Î ے فرنگ تھا، p دل ! دل نواحِ کاظمہ میں اٹکا ہوا تھا۔

(۳)

اس عبوری دَور کے بعد آنحضورؐ کی پیغمبرانہ حیثیت، a آپؐ کا منصبِ رسالت، آپؐ کی بشری عظمت اور آپؐ کی رحمت و شفقت کا پہلو اقبال کے لیے سب Ð زیادہ جذب و کشش کا باعث ā ہے۔ آپؐ نے اپنی ۲۳ سالہ پیغمبرانہ زندگی میں جو مثالی کارنامے انجام دیے، ان کا ذکر کلامِ اقبال میں ¼ د مقامات پر مِلتا ہے، جیسے: رموزِ " pدی (۱۹۱۸ء) کا آخری باب

بعنوان: ''عرضِ حالِ مصنف بحضور رحمت للعالمینؐ'' یا پس چہ باید کرد میں ایک نظم بعنوان: ''در ـــــ رِرسالت مآب'' یا بالِ جبریل کے نعتیہ اشعار (ص ۲۵، ۳۸)ؑ

وہ داناے سبل ، « الرٖ ، مولاے کل ، T نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل ، وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰس ، وہی طٰہٰ

.....

تو اے مولاے یثرب! آپ میری چارہ سازی کر
مِری دانش ہے افرنگی ، مِرا ایماں ہے زنّاری

اور نظم ''ذوق وØق'' کا ایک حصہ ؑ

لوح بھی تو ، قلم بھی تو ، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں Xب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور Ð فروغ
ذرّۂ ریگ کو دِیا تو نے طلوعِ آفتاب(۶)

شاعری کے علاوہ اقبال کی نثر، خصوصاً ان کے خطوط میں حبِ رآلؐ کا اظہار ایک اَور طرح Ð بھی مِلتا ہے؛ مثلاً: ''مَیں جو اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ مَیں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قواے دماغی بہت ا i عطا فرمائے تھے، اگر یہ قویٰ دینی علوم کے پڑھنے میں Üاف ہو D تو آج خدا کے رآلؐ کی مَیں کوئی خدمت کر Y تھا اور جب مجھے یہ ì ل آتا ہے کہ والدِ مکرم مجھے علومِ دینی ہی پڑھانا چاہتے تھے تو مجھے اَور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ 9 راہ معلوم بھی تھی، تو بھی وقت کے حالات نے اس راہ پر چلنے نہ دیا۔ بہرحال جو کچھ خدا کے علم میں تھا، ہوا اور مجھ Ð بھی جو کچھ ہو سکا، مَیں نے کیا؛ p دل چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا، اس Ð بڑھ کر ہونا چاہیے تھا اور زندگی تمام و کمال نبی کریمؐ کی خدمت میں بسر ہونی چاہیے تھی۔''(۷) ا Ï j الے Ð مولوی صالح محمد کو لکھا کہ آئندہ نسلوں کی فکر کرنا ہمارا فرض ہے، تاکہ ان کا دین اور کلچر محفوظ رہے۔ اگر اس سلسلے میں غفلت کی گئی تو ''ہم سب لوگ قیامت کے روز خدا اور رآلؐ کے سامنے جواب دہ

ہوں گے۔''(۸) گویا دینی علوم کی تحصیل اور ان علوم کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا بھی نبی کریمؐ کی اور خدمت ہی کا ایک پہلو ہے۔ اسی سلسلے میں سید غلام میراں شاہ کے نام لکھتے ہیں: ''دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر، رسوخ اور دولت وعظمت کو خدمتِ اسلام کی نشر واشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں ــــ رسالت مآبؐ کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔''(۹)

اس طرح خدمتِ اسلام، علامہ اقبال کے نزدیک خدمتِ رسولؐ کے مترادف تھی۔ جب وہ کہتے ہیں: ''اس وقت مسلمان کا فرض ہے کہ جو قوت خدا تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے، اسے اسلام کی خدمت اور اقوام وملل اسلامیہ کے استحکام و بیداری میں صرف کرے۔''(۱۰) تو گویا وہ رسولؐ اور اپنے تعلق کو اور مضبوط کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

تذکرۂ رسولؐ، حبِ رسولؐ اور خدمتِ رسولؐ کے ساتھ اقبال کے ہاں حجازِ مقدس کے سفر، بیت اللہ، زیارتِ مدینہ اور روضۂ رسولؐ پر حاضری کی تمنا بھی ابتدائی زمانے ہی سے موجود تھی۔ ۶/اکتوبر ۱۹۱۱ء کو اکبر الٰہ آبادی کو لکھتے ہیں: ''خدا آپ کو اور مجھ کو بھی زیارتِ روضۂ رسولؐ نصیب کرے۔ مدت سے یہ آرزو دل میں پرورش پا رہی ہے۔ دیکھیے، کب جوان ہو تی ہے۔''(۱۱)

غلام رسول مہر بتاتے ہیں کہ ۱۹۲۵ء، ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء کے زمانے میں علامہ اقبال سے ملاقاتوں میں اکثر سفرِ حجاز کا ذکر چھڑ جاتا اور گھنٹوں اس موضوع پر گفتگو رہتی تھی۔ دوسری گول میز کانفرنس سے واپسی پر ۱۹۳۲ء میں فلسطین گئے۔ وہاں سے حجاز جانا مشکل نہ تھا، مگر جیسا کہ باب ۱۷ میں ذکر آ چکا ہے، حجاز اس لیے نہ گئے: ''دنیوی مقاصد کے لیے سفر کرنے کے ضمن میں حرمِ نبوی کی زیارت کی جرأت کرنا سوءِ ادب ہے۔''(۱۲)

سید وحید الدین کی ایک روایت قابلِ غور ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ۱۹۳۲ء میں علامہ یورپ سے واپس آئے تو میرے والد مرزا اس موقع پر ان سے ملنے گئے۔ بڑی مدت کے بعد، ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تھی، اس لیے بڑے تپاک سے ملے اور ڈاکٹر صاحب سے ان کے سفر کے تجربات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ والد مرزا نے اثنائے گفتگو میں کہا: ''اقبال! یورپ ہو آئے، مصر اور فلسطین کی سیر بھی کی؛ کیا ہی اچھا ہوتا کہ واپسی پر روضۂ اطہر کی زیارت سے بھی آنکھیں نورانی کر لیتے۔'' یہ سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کی حالت دِگرگوں ہوگئی، چہرے پر زردی چھا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی۔ پھر کہنے لگے:

''M!مَیں کس منہ Ð روضۂ اطہر پر حاضر ہوتا۔''(۱۳)

بالفاظِ دیگر، انھیں ضمناً دربارِ رسالت مآبؐ میں حاضر ہونا ا Y نہ لگا۔ درا Ý آنحضورؐ کے ہرامتی کی طرح اقبال کو بھی اپنی لغزØں اور کوتاہیِ فکر وعمل کا شدید ا ^ س تھا۔ ا ^ سِ ندامت کے سبب، وہ روضۂ رآلؐ پر حاضری Ð گریزاں تھے اور وہ ایک جگہ بارگاہِ خداوندی میں اس طرح ا ù س کر D ہیں ؏

تو غنی از ہر دو عالم ، من M
روزِ محشر عذر ہاے من پذیر
ور ^ / را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ ½ پنہاں بگیر(۱۴)

(اے ا V! تو غنی ہے [اور] مَیں تہی دست ہوں۔ روزِ محشر مجھے جواب دہی Ð معاف رکھنا، p اگر جواب دہی ناگزیر ہو تو پھر آنحضورؐ کی نظروں Ð اوجھل ہو کر ^ ب لیجیو [تاکہ آپؐ کے سامنے میری رُ آ ائی نہ ہو])

(۴)

بہرحال انھوں نے سفرِ حجاز کا ارادہ ترک نہیں کیا، مگر جیسا سطورِ بالا میں ذکر ہوا، یورپ Ð واپسی کے P ماہ بعد وہ شدید آ ر پر علیل ہو گئے۔ انھیں وکالت ترک کرنی پڑی، بہت Ð معمولات متاثر ہوئے، علاج معالجے کے لیے بار بار دہلی اور بھوپال جانا پڑا۔ بیماری کے نتیجے میں طرح طرح کے ¸ ات اور غم ہاے روزگار نے گھیر لیا، مگر اس عالم میں بھی u زمینِ مقدس کے سفر کے لیے ان کے عزم وارادے میں فرق نہیں آیا۔ ارادہ نہ Üف برقرار رہا، بلکہ وقت گزرنے کے سا B سا B سفرِ حجاز کی آرزو تیز تر ہو C گئی اور اس کا ذکر ~ ں تہاں ان کے خطوط میں بھی ملتا ہے۔ ۱۳ر جون ۱۹۳۷ء کو عبدا V چغتائی کے نام لکھتے ہیں: ''اگر توفیقِ الٰہی شامل رہی تو زیادہ Ð زیادہ مکہ ہوتا ہوا، ممکن ہے، مدینہ تک پہنچ سکوں۔ اب مجھ ایسے گنہگاروں کے لیے آستانِ رسالتؐ کے آ ا اَور کہاں جاے پناہ ہے۔''(۱۵)

ا Ï روز u اکبر © ری کے نام متذکرہ بالا خط میں بھی انھی جذبات کا اظہار کیا۔ اس آخری زمانے میں نبی پاکؐ کے لیے ان کا ذوق وØق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ آنحضورؐ کا ذکر آ D ہی وہ آبدیدہ ہو جا D اور اکثر اوقات ان پر رقت طاری ہو جا C۔ غلام رآل مہر کا بیان ہے کہ

آپؐ کا نام زبان پر آ D ہی چہرہ uخ ہو جاتا تھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آ D تھے۔ آپؐ کی ذاتِ بابرکات کے ساB اقبال کا عشق، بیان کا متحمل نہیں۔ ان کی تصانیف میں جو اشعار ـــــرؐ کے 0 ہیں، ان میں Ð ایک شعر بھی ایسا نہیں، جسے انھوں نے سنایا ہو اور اس پر " ا) ر اشک بار نہ ہوئے ہوں۔(۱۶)

وفات Ð کوئی آ J دس ماہ پہلے علامہ کے ایک دوست مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ نے e بیت ا۷ کا عزم کیا اور غالباً ساB چلنے کی ہاں دی۔ جواباً انھیں لکھا: ''e بیت ا۷ کی آرزو تو گذشتہ دو تین سال Ð میرے دل میں بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو Ð ا , عت عطا فرمائے تو یہ آرزو 7ری ہو اور اگر آپ رفیقِ راہ ہوں تو مزید برکت کا باعث ہو..... آپ ایسے باہمت جوان کے لیے تو یہ سفر قطعاً مشکل نہیں، ہمت تو میری بھی بلند ہے، p بدن عاجز و ناتواں ہے۔ کیا عجب کہ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور آپ کی معیت اس سفر میں نصیب کرے۔''(۱۷)

یہی زمانہ تھا، جب وہ ''ـــــرِ رسالتؐ'' کے عنوان Ð فارÏ رباعیات اور قطعات لکھ رہے تھے۔ بقول نذیر نیازی: ''رباعیوں پر رباعیات موزوں ہوC چلی I ۔''(۱۸) اس کے ساB ہی e پر جانے کے لیے انھوں نے مختلف ~ زران کمپنیوں Ð خط کتابت بھی Ñوع کر رکھی تھی۔ گویا ایک اعتبار Ð حالتِ سفر میں تھے اور اس کا اظہار اس طرح کر رہے تھے ؏

بہ ایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا pاں از uورِ عاشقانہ
aں آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ(۱۹)

(اس بڑھا 9 میں مدینے کی طرف uورِ عاشقی Ð مست گاتا چلا جا رہا ہوں۔ میری مثال اس پرندے Ð مختلف نہیں ہے، جو شام کے وقت صحرا میں اپنے آشیانے تک پہنچنے کی فکر میں مستعد ہوتا ہے۔)

بیماری کے سبب، اقبال کے لیے جسمانی îر پر سفر کرنا بہت مشکل تھا، Oنچہ عالمِ îل ہی میں وہ مدینہ طیبہ کی جانب رواں دواں رہے۔ اپنی علالت کے jالے Ð اÏ زمانے کی حøف ذیل رباعی یا قطعہ بھی ان کے حøف حال تھا:

سحر با ناقہ گفتم : نرم تر رَو
کہ راکب (و بیمار و پیر است
قدم مستانہ زد Pاں کہ گوئی
بہ پایش ریگِ ایں صحرا حریر است(۲۰)

(1قتِ صبح مَیں نے اونٹنی Đ کہا کہ ذرا آہستہ ^ کہ Îار (، بیمار اور 1ڑھا ہے۔ اس پر وہ اس طرح مستانہ انداز میں قدم زن ہوئی، گویا اس کے پاؤں کے نیچے پھیلی ہوئی ریگِ صحرا، ریت نہیں، ریشم ہے۔)

مگر اثنائے سفر کی لذت ایسی uور انگیز اور وجد آفریں ہے کہ مسافر، ساربان کو راہِ دراز ا) رکرنے کی S کرتا ہے، تاکہØقِ سفر میں مسرت کے لمحات دراز تر ہوسکیں ؏

غمِ راہی نشاط آمیز تر کن
فغانش را †ں انگیز تر کن
بگیر اے ساربان راہِ درازے
مرا Îزِ جدائی تیز تر کن(۲۱)

(اے ساربان! تو مسافر کے غم میں نشاط اور کیف کی آمیزش بڑھا دے اور اس کی آہ و زاری میں †ں کا عنصر زیادہ کر دے۔ اے ساربان! M راستہ ا) رکر اور یوں میرے Îزِ جدائی کو تیز تر کر دے۔)

مولانا محمد اسلم جیراج 7ری ۹/†ری کو یومِ اقبال کی تقریب میں Ñیک تھے۔ اگلے روز علامہ Đ ملاقات کے لیے جاوید منزل گئے۔ بیمار پرÏ کے بعد Y7 کہ موجودہ تصنیف [ارمغانِ حجاز] کب مکمل ہوگی؟ فرمایا: ''اگلے سال اِن شاءاV مدینہ پہنچ کر۔''(۲۲)

(۵)

سید نذیر نیازی کو علامہ کے آخری زمانے میں بالالتزام ان کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع مِلا۔ وہ اپنی ۱۰/†ری ۱۹۳۸ء کی یادداشت میں بتا D ہیں کہ سفرِ e کا ذکر آیا تو حضرت علامہ نے فرمایا: ''ایک طرح Đ تو مَیں e ہی کے راستے میں ہوں۔ چاہتا ہوں، یہ راستہ جلد ð ہو جائے۔'' پھر ذرا دم لے کر، مگر بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: ''یہ راستہ ð تو ہو جاتا ہے، p مجھے اپنے آپ پر قا1نہیں رہتا۔ مَیں تو اب جو کچھ کہتا ہوں، وہیں کے لیے کہتا ہوں۔''

اُستوار ہوتا ہے، وہ لازماً ‹ وŒ اورا ^ ن و ہمدردی کا رشتہ ہے۔مسلمان دُنیا کے لیےuاپا رحمت اورشفقت ہے۔یہی اُس کی تقدیر ہے۔ p افسوس! پاکستان اورآج کے مُسلمان ممالک میں ایسا رشتہ معدوم ہے ؏

‹ کا †ں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں pں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ " ذوق
کہ جذبِ اندرُوں باقی نہیں ہے
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و e
یہ سب باقی ہیں، تو باقی نہیں ہے

(بالِ جبریل)

pدی اورعشق

اقبالؒ کے ہاں عشق،فقر و اِستغناء، جرأت اورحریت ایسی صفات کی بڑی اہمیت ہے۔اُن کی نظر میں عشق کا مفہوم روایتی شاعری کے بالکل برعکس ہے۔عشق، ‹ کا وہ مقام بلند ہے جو †ن کی حدتک پہنچ جاتا ہے۔عشق تکمیلِ pدی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔اقبالؒ کے عشق میں بڑی قوت، طاقت، و Ý ہےاور وہ حدود کے اندر رہتا ہے۔زندگی اورpدی کی اÝ عشق ہے۔عشق ہی بقااورارتقا کا ضامن ہے۔اِنسان کی بقااس میں ہے کہ وہ اپنے خالق کی صفات میں داخل ہوکر زندگی بسر کرے۔عقل اورعلم وعشق Ð ایسامکمن ہے۔عقل عشق کا آلۂ کار ہے، اور اُس کی مقصد برآری کا معاون۔زندگی کا—رعشق کوحاÝ ہے، اگرچہ اس کے ظہور میں عقل کارفرما ہے۔عقل Ðuاارِآفاق فاش ہو D ہیں، p عشق Ðuاارِذات کا انکشاف ہوتا ہے۔یہ عشق عالمِ رنگ و1اور عالمِ آب وگل تک محدودنہیں رہتا، بلکہ عشق،pدی میں خدا کی صفات پیدا کرنے کی کوÒ ہے۔عشق ایک " پناہ قُوّت ہےاورمومن کے اعمال وافعال میں رنگِ دوام پیدا کرتا ہے۔

اقبالؒ کے نزدیک عشق ہی غایتِ §ت ہے۔حضرت ابراہیمؑ عشق کی بدولت آگ میں کود پڑے، اورا Ï کی بدولت انہوں نے اپنے بیٹے کے گلے پر چُھری پھیر دی تھی۔ا Ï کی بدولت

حضرت حسینؓ نے کربلا میں اپنا u کٹا دیا تھا۔ نگاہِ عشق ہی Ð پتھر ریزہ ریزہ ہوجا D ہیں۔ Ï وجہ Ð فرہاد نے پہاڑ کاٹ کر اپنی معشوق شیریں کے لیے نہر نکال لی۔ ان کے نزدیک، عشق زندگی کی ایک حسین ترین تخلیقی اِستعداد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عشق کو موت نہیں۔

عشق کا جذبہ اِنسان کے اندر pدی کی بیداری کا سبب & ہے۔ اس Ð مراد، دُوu ے کو اپنے اندر سمو لینے یا جذب کر لینے کی pاہش ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین ßارت کسی اعلیٰ آئیڈیل کی تخلیق اور اس کی تحصیل کے لیے تگ و دو ہے۔ عشق، عاÔ اور معشوق دونوں کو انفرادیت کی خصو ¤ ۓ ہے۔ سب Ð » اور اعلیٰ ذات کو حا Ý کرنے کی جستجو، نہ Üاف بندے کو » ئیت عطا کر C ہے، بلکہ معبود کی » ئیت کی تصدیق بھی کر C ہے۔ وصال کی بجائے فراق کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے، تا کہ دونوں میں فاصلہ یا امتیاز رہے۔ وصال کی لذت سکونی ہے، جو موت ہے۔ فراق میں " قراری اور " چینی کا عالم طاری رہتا ہے، جو حرکی ہوگا۔ T میں " قراری یا " چینی نہ ہو وہ عشق نہیں، موت ہے ؏

عالمِ Î از و ساز میں، وÝ Ð بڑھ کے ہے فراق
وÝ میں مرگِ آرزُو، ہجر میں لذت طلب

(بالِ جبریل)

فقر، دُنیاوی آسائشوں اور سہولتوں Ð لاتعلّقی اور " نیازی ہے۔ M وہ ہے، جو اپنی pدی کی بیداری کے سبب اپنے آپ کو نہایت ہی بیش قیمت شخصیت سمجھتا ہے۔ ممدوحِ اقبالؒ، اقبال غنی کشمیری جب گھر میں ہو D تو گھر کو اندر Ð تالا لگا کر رکھتے، اور جب { باہر ہو D تو اُن کا گھر کھلا رہتا۔ وہ کہتے کہ گھر میں مجھ Ð زیادہ کوئی q بیش قیمت نہیں۔ اقبالؒ کو شاہین بہت پسندیدہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ شاہین پرندہ خُود دار اور غیرت مند ہے؛ کسی اور کے آگے ہاB نہیں پھیلاتا اور کسی کا مارا ہُوا شکار نہیں کھاتا۔ "تعلق ہے؛ بلند پرواز ہے؛ خلوت پسند اور تیز نگاہ ہے۔ انسانی pدی میں ان صفات کا ہونا لازم ہے۔

جرأت مند ہی زندگی میں نئے راستے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اس کے بغیر مراحلِ pدی کی تکمیل ناممکن ہے۔ نہ Üاف عسکری شجاعت بلکہ جرأتِ فکر و عمل بھی ضروری ہے۔ اِنسان اس جذ " کی وجہ Ð جستجو کرتا ہے اور تخلیق کے مقاصد پُورے کرتا ہے۔ کمزور اپنے آپ کو خدا میں گُم کر D ہیں، اور جرأت منداُ Ð اپنے اندر Ð ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ جرأت اور حریت، فقر ہی

کے مظاہر ہیں۔ یہ تقلید کی زنجیر Ð آزادی حاÝ کرنا ہے، اور تقلید ذہنی غلامی کا حاÝ ہے۔ مقامِ عشق حاÝ کرنا مشکل ضرور، ناممکن نہیں ہے۔ آرزو اور کوÒ پیہم تو کر D رہیے۔

ماحاÝ

vا تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت Ð، اُÐ فطرت اور کائنات کی تمام مخلوقات پرا) راور تصرف کے ساB ساB اعلیٰ تخلیقی قوتیں عطا کیں۔ اِنسان آزاد ہونے کے ساB، ایک ذمّہ دار فرد اور اپنی تقدیر کا pد مالک ہے۔ زمین پر نیابتِ اِلٰہی اُس کی تقدیر ہے اور زمین Ð آسمان تک ہر Ú کی تسخیر، اِس کی تفسیر ہے۔ وہ مرکزِ کائنات ہی نہیں، بلکہ محور و مقصودِ کائنات بھی ہے۔ وہ aتکہpدگر، pدشکن اورpدنگر ہے، اس لیے نیابتِ الٰہی کا اہل ہے۔ اُس کی آرزوؤں اور اُس کے عشق کی کوئی اِ• نہیں۔ اُس کا مقام آسمان، بلکہ ساری کائنات Ð بلندتر ہے۔

Œ دراÝ الحسن یا اِلٰہ جمیل کو اپنی زندگی میںpن یا روح کی طرح جذب کر لینے Ð پیدا ہوتا ہے۔ پھر o ہٗ تو© کے مطا . اور پیہم اعمالِ صالحہ Ð زندگی بسر کر کے، آدمی اہلِŒ و سرُور áتا ہے۔Œ و ‹ Ðمحرومpدی کے اندر ''الحسن'' یاŒ نہیں ہوتا، T کے نتیجے میں وہ حسین ترین اعمال کا اِظہار و اکتساب نہیں کرY ۔aتکہ وہŒ اِÜاق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کا حامل پیکر نہیں 0 پاتا، لہٰذا اُس کا نفس مطمئن نہیں ہوتا۔ ایسا اِنسان دُنیا میں ناکام و نامراد رہتا اور نفسِ غیر مطمئنہ ہوتا ہے، نتیجتاً وہŒ مآب a Œ وuور کے گھر (جنت) میں داخل بھی نہ ہو سکے گا۔(الفجر 89:27-30) جنت اُÐ ملے گی، T نے حُسنِ اÜاق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار Ð اس دُنیا کو جنت بنایا، اور عباد الرحمٰن میں شامل ہو کر نفسِ مُطمئنّہ بنا۔

ربِّ کریم و جمیل نے جنت کے لیےŒ مآب کی ¨ ا) رکی ہے، a Œ وسرُور Ð معمور گھر۔ یہ گھر جمالیاتC لذّت و حظ اور مسرت و شادمانی کے سامانِ لا متناہی Ð لبریز ہوگا۔Œ المآب میں " n نعمتوں میں Ð ایک نبیّین، صِدّیقین، شہداء اور صالحین کی دوستی و رفاقت ہوگی۔ (الرعد 29:13، ص:25:38، 40، 49) اس انمول نعمت کے تعلق کے لیے حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا کی ¨ ا) رکی گئی ہے a یہ سب کمالŒ کے ساBحسین ساتھی ہوں گے۔ (النساء 69:4، 56) ان کو نہ تو کسی قسم کا pف وخطر لاh ہوتا ہے اور نہ ہی وہ رہینِ غم و اضطراب ہو D ہیں۔(یونس 62:10)

اللہ تعالیٰ کے ہاں، تو© الوہیت و ربوبیت پر ثابت قدم رہنے والوں، اپنے والدین اور دُوسروں کے ساتھ اِحسان سلوک اور مالی تعاون کرنے والوں (محسنین) کے اعمال ہی قبول ہوں گے۔ (الاحقاف 46:15-16) جو عمل میں ''خلوص'' نہ ہوگا، وہ قبول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محسنین (خلوص والوں) کے کام کرنے والوں) کی قدر کرتا ہے، (المائدہ 5:93، البقرہ 2:195) اور اُن کا اجر بھی ضائع نہیں ہونے دیتا، بلکہ اُن کے حسین اعمال کا اجر کئی گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔ (الکھف 18:30، التوبہ 9:120، ھود: 11:115)

قرآنِ حکیم میں اسلام کے ضابطۂ حیات کے لیے بھی ''احسن دین'' (النساء 4:125) کی اصطلاح (ترکیب) رکی گئی ہے۔ ایسا طریقۂ زندگی جو خلوص کو اپنے دامن میں لیے ہوتا ہے۔ دینِ اسلام بارِگراں نہیں۔ حُسنِ ایمان، اخلاص، اُخوّت، مساوات، سادگی، صداقت، دیانت، امانت، رحمت اور شجاعت جیسے حسین اعمال کے زرّیں اور آسان قوانین و احکام پر اُستوار ہے۔ احسن دینِ اسلام کو دل و جان سے ماننا، اللہ تعالیٰ کے حضور سرِتسلیم خم کرنا اور اپنے آپ کو اُس کے سپرد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت و رضا سے موافقت و ہم آہنگی کے باعث، انسان نُصرت و ہدایت اور مغفرت و رحمتِ اِلٰہی سے نوازا جاتا ہے۔

اُس کی اِصلاح و فلاح کے لیے نہایت لازم ہے کہ وہ اپنے اِلٰہِ جمیل اور ربِّ کریم سے موافقت و ہم آہنگی پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے موافقت و ہم آہنگی اور مضبوط ترین تعلق، اُس سے شدید محبت کرکے اور اُس کے آخری کلام، قرآنِ حکیم پر مکمّل عمل پیرا ہوکر اور آپ ﷺ کی اتباع ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ دین اسلام کے احکام وقوانین اور تعلیمات کے مطابق زندگی کرنا، اس کے قیام و استحکام کے لیے سعی و جُہد کرنا، شرک و کفر اور منافقت سے بچنا، حضرت ابراہیمؑ اور آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کا اتباع، (الممتحنہ 60:4، الاحزاب 33:21) نیز اِنسان کے ساتھ اِحسن سلوک اور مالی تعاون کرنا، اِنفاق بالعَفو حُسنِ ضرورت سے زائد مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ضرورت مندوں کو دینا، نیز حسین اعمال کا پیہم اِظہار، اللہ تعالیٰ کا دوست و منظورِ نظر بننے کا بہترین اور اعلیٰ طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو زندگی میں ترجیحِ اوّل دے کر، اُس کا عرفان و شعور، اُس کا قرب و رضا، رحمت ان و دوستی اور اُس کی ہم نظری و ہم کلامی کا ''کل'' ہی تو مقصدِ تخلیقِ کائنات، غایتِ دینِ اسلام اور

مشیّتِ الٰہی ہے۔ اس مقصد کے " ل کے لیے، حُسنِ ایمان اور حسین ترین اعمال کا حسین ترین عملی اِظہار 7 Ñط ہیں، X کی بنا پر انسان حسین اÜق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کا حامل پیکر اور نفسِ مُطمئنّہ ( ) áa ہے۔ ایسے نفسِ مُطمئنّہ ہی کا ربِّ کریم و ر° نیاز مند اور گرفتارِ آرزُو ہے، جسے وہ اُ Đ ہی اپنی جنت میں pش آمدید کہے گا۔ (الفجر 89:30-27) ایسا à قطعاً مشکل نہیں۔ آیئے! 4 اور اہلِ آرزُو (متّقی) ہوکر، حُسنِ نیت، حُسنِ ایمان اور حُسنِ عمل خصوصاً صداقت و امانت اُخوّت و مساوات اور رحمت و شجاعت Đ اپنے آپ کو آراستہ اورŒ و ‹ پر مبنی تخلیقی فکر و کردار کا حامل پیکر F اور اعلیٰ ترین اعمال کا اِظہار کریں۔ ıv تعالیٰ کی pشنودی و رضا اور اُس کی دید ـــــری انھیں میں 7شیدہ ہے۔

قرب Đ مراد اِلہِ جمیل کی ـــــری ہے، جو کیفیت کے لحاظ Đ مُستقل اور با اعتبارِ مقام و درجہ اِرتقائی ہے۔ قُربِ الٰہی کی نوعیت مکانی ہے نہ زمانی، بلکہ ''شُعوری'' ہے۔ قلب کی دو عرفانی قوتوں: وِجدان اور عقل، کی فعلیت کا نتیجہ ''شُعور'' ہے، T کا مطلب ہے: اِنسان کا اپنے اِلٰہ و ربّ کی ذات اور اُس کی حسین صفات کا، نیز اپنی ذات کا شُعور و آ گہی، جسے بالتّر Kک معرفتِ اِلٰہی اور pد آ گہی کہتے ہیں۔ اس جمالیاتC شُعور کا اِرتقا عبارت ہے تقرّبِ الٰہی Đ۔ جمالیاتC شُعور کا تقربِ اِلٰہی کے لیے ہمیشہ ترقی کر D رہنا چاہیے۔ ıv تعالیٰ کے قرب و رِçان کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ ''اُس'' کے سامنے uبسجُود ہو جایئے، اپنے آپ کو ''اُس'' کے j الے کر دیجیے اور ''اُس'' کا بندۂ تسلیم و رضا اور اہلِ عشق و وفا 0 جایئے۔ رçان کا مطلب ہے کہ ربِّ رحمٰن کی اپنے اہلِ Œ وعشق بندے یا بندوں Đ اِ • ئی در Z کی ‹ وpشنودیِ مُدام۔ یہ سب Đ افضل و اعلیٰ نعمت اورŒ وارفع کامیا ! ہے۔ (العلق 19:96، التوبہ 72:0)

اے دوست! حسنِ اÜق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کا پیکر 0 ۔ یاد رکھ کہ ہر اِنسان اپنے فکر و عمل ہی Đ اپنی شخصیت تخلیق کر رہا ہے اور یہی اصلی اور حقیقی شخصیت ہے، T کا مکمل ظہور مرنے کے بعد ہوگا۔ دل اور زبان کے درمیان پُوری موافقت لازم ہے، ورنہ منافقت ڈیرہ ڈال لیتی ہے۔ منافقت ذات کے لیے زہرِ قاتل ہے اور اُ Đ بدرنگ اور بدبُودار بناC ہے۔ اپنی ذات اور ذاتِ الٰہی Đ آ گاہ ہو کر اپنا مقام جان اور اُ Đ حاÝ کرنا J ۔ تُو مرکز و محورِ قُرآن و کائنات ہے۔ تُو اپنے میں موجود اور پنہاںŒ و ‹ اور فکر و تخلیق کے جواہر پر کبھی نگاہ تو ڈال اور انھیں قوّت Đ فعل میں لا۔Œ و ‹ کے خمیر Đ بنے، اس ˜ نِ رنگ و بُو

میں، ~ ں ہر لمحہ " شمار نئے مظاہر " نقاب ہو رہے ہیں، ۱۷ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں Ð Ü ف تجھے اŒ تقویم کے خطاب Ð نوازا ہے۔ اُس نے Ü ف تجھے کُل اشیا اور ان کے pاص وصفات کا علم ودیعت کیا ہے۔ اُس نے تجھے نہ Ü ف صاحبِ تکریم بنایا ہے، بلکہ زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر Ñ ف کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کیا ہے۔ تُو اُس کی حسین صفات کا پرتَو ہے۔ تُو رُوحِ ربّی یا اُس کی عطا کردہ قُوّتوں کے جوہر کا حامل و امین ہے۔ ربّ کریم نے تجھے معجزا حسّی۔قلبی۔نفسی نظام ودیعت کیا ہے، نیز فکری، تخلیقی اور عملی فنّی قابلیت وقُوّت Ð بھی نوازا ہے۔ ۱۷ تعالیٰ نے زمین پر جو کچھ بھی ہے، سب کا سب تیرے لیے تخلیق کیا ہے۔ (البقرہ 29:2) زمین وآسمان، سُورج و چاند اور دن و رات تیرے لیے مسخّر اور تیری خدمت کے لیے مختص ہیں۔ اُس نے تجھے § تِ طیّبہ بسر کرنے، تکمیلِ نُورِ ذات کرنے، Œ اÜ ق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کا پیکر بننے اور تسخیر کائنات کر کے اپنے تصرّف میں لانے کے لیے جو بھی اور T قدر غذائی اور دیگر ò ب اور نعمتیں درکار و مطلوب تھیں، فراہم کر دیں۔ p تُو ہے کہ اُس Ð دُور و برگشتہ اور نالاں ہے جبکہ تیرا رحمٰن و ر ° ، الودُود ربّ کریم اور خالقِ کائنات تیرا آرزو مند، تجھے نہایت پیار Ð بُلاتا ہے اور تیری تلاش میں ہے۔ (الانفطار 6:82) اگر تُو بھی اُس کے قرب وـــر، اُس کی pشنودی و دوستی اور اُس Ð ہم نظری و ہم کلامی کے لیے آرزو مند اور تلاش میں ہے، تو اپنی pدی اور ذاتِ اِلٰہی کا عرفان و شعور حا Ý کر کے، حسین اÜ ق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کا پیکر 0 ۔

اپنی pدی کو خُوب تاب دار کر۔ پھر اُ Ð زیادہ ظاہر دیکھنا اور اپنے کو دکھانا J ع

A جا D ہیں اuارِ نہانی
گیا دورِ حدیثِ لن ترانی
ہوئی T کی pدی پہلے نمودار
وہی مہدی، وہ آخر زمانی!

(بالِ جبریل)

اگر pاہی خُدا را فاش بینی
pدی را فاش تر دیدن بیاموز

(ارمغانِ حجاز)

(اگر تُو اپنے vا کو ظاہر دیکھنا چاہتا ہے، تو پہلے اپنی pدی کو زیادہ ظاہر دیکھنا J اور اُس کا مکمل عرفان حا Ý کر۔)

اے دوست! اگر تُو زندگی کی لذّت Ð آشنا اور اُس کے Œ و ‹ Ð جمالیاC سُرور و Î ز حا Ý کرنا چاہتا ہے تو حسین اÜق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کا حامل پیکر 0 ۔ زندگی کی حقیقت عمل میں 7شیدہ ہے۔ عمل ہی دُنیا اور آخرت میں ''نُور'' یا ''نار'' áہے۔ ~ ں تک ممکن ہو اپنی ذات کو عیوب و نقائص Ð پاک رکھ، وگرنہ منفی فکر و عمل اور اÜق کمزوریوں کا اِظہار pد کو اور دوuوں کو نا پسندیدہ ہوگا۔ vا تعالیٰ کی مشیّت و رضا Ð موافقت و ہم آہنگی قائم کر۔ " لِ مقصد کے لیے X اò ب و وسائل کی ضرورت پڑC ہے، ذاتِ اِلٰہی pد بخود عطا کر دیتی ہے۔ ہر طرح کی طاقت اور کسی بھی قسم کی تبدیلی یا ا z ب کا " ل، vا تعالیٰ کی معیت و رفاقت کے بغیر نا ممکن ہے۔ اُس کی نُصرت و ہدایت اور رحمت و مغفرت کے لیے، ایمان بالحق اور حُسنِ عمل Ð اپنے قلب (دل و دماغ) کو سلیم و منیب، حسین و منیر، مومن و متّقی، 4 و محسن، مُطہّر اور مجاہد بنا۔ اپنے محبوبِ حقیقی کا عرفان و شعور حا Ý کر کے، اپنے قلب کو اُس کے لیے Œ المآب a Œ وسرُور اور امن و سلامتی کا گھر بنا، اور 'اُس' کے سا Bزندگی بسر کر۔

اُ Ð اپنی زندگی کی ترجیحِ اوّل بنا

۔ یہی تمھاری عظیم الشّان کامیا ! و کامرانی ہے، ورنہ بہت بڑی ناکامی و محرومی۔ ضرور Â چ! کیا کوئی بھی اِنسان اس محرومی اور ناکامی کا متحمل ہو Y ہے؟

ربِّ کریم کے قرب و ـــــر، اُس کی pشنودی و دوستی، اُس کی دید اور اُس Ð ہم کلامی کے ماسِوا اور ہے ہی کیا؟ اگر تیرے اندر ‹ وŒ ہے نہ الحُسن، تو تُو اپنے الٰہِ جمیل کے بغیر واقعی تنہا اور اپنے محبوبِ حقیقی کی رفاقت و دوستی Ð محروم ہے۔ Î aتو یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ سمجھو اور جانو تو ہماری دُنیا کی رونق 'وہی' ہے۔ 'وہی' محبوبِ حقیقی ہماری آرزوئے § ت اور نا Ôرِ زندگی ہے۔ Üاف 'وہی' ہماری زندگی کا مفہوم و مقصد ہے۔ وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اُس کے بغیر زندگی میں کیا رہ جاتا ہے؟ نہ حُسن، نہ Î ز و سرُور، نہ جمالیاC لذّت اور نہ طمانیت و سکینت۔ vا تعالیٰ انسان کا اِلٰہ a حقیقی معبود و محبوب، مطلوب و مقصودِ زندگی اور حاکم و مُطاع ہے۔ اُس کا عبد و محبّ اور مُطیع و محکوم 0 کر ہی مقامِ بندگی Ð مقامِ عاشقی تک پہنچنا مقصودِ زندگی ہونا چاہیے۔ اُس کے ایسے بندوں ہی کو § تِ جاوید حا Ý ہو C ہے۔ حقیقی زندگی

وہی ہے جو محبوبِ حقیقی کے سا B گزاری جائے۔ اُس کا حقیقی اور 4 بندہ 0 کر ہی مقامِ عاشقی حا Ý ہوتا ہے۔ مقامِ عاشقی پر فائز، اُس کا بندہ ہی اپنے ا v کا منظورِ نظر اور دوست ہوتا ہے۔ بندہ ہونا اور ''اُس'' کا بندہ ہونا، نیز مقامِ بندگی اور مقامِ عاشقی کے فرق کو سمجھنا اِنسان کو اُس کی منزلِ آخر کو K اور اِ • ئی قرب حا Ý کرنے میں بہت مُعاون ثابت ہوگا ؏

عبد دیگر، عبدۂ q ے دیگر
ما uاپا ا نتظار، اُو منتظر

(جاوید نامہ)

(عام بندہ اور ہے، اور ''اُس کا بندہ'' کچھ اور Ú ہے۔ عام بندے uاپا انتظار ہیں اور ''وہ'' اپنے بندے کا منتظر ہے۔)

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر
زنُوری سجدہ می pاہی، زخاکی بیش ازاں pاہی
Oں pد رانگہ داری، کہ با ایں " نیازی ہا
شہادت بروجودِ pد، زpنِ دوستاں pاہی

(زrِعجم)

(بندگی کا مقام اور ہے، عاشقی کا مقام اور ہے۔ فرشتے Ð تو وہ سجدوں کی pاہش رکھتا ہے، جبکہ اپنے بندے Ð اس Ð زیادہ کی۔ پردے میں رہ کر وہ اپنی ™ ظت کرتا ہے، p اپنی " نیازی کے باوجود، اپنے وجود کی گواہی دوستوں کے خُون Ð چاہتا ہے۔) اِنسان اگر شہادت کے مقام و مرتبہ Ð واقف ہوجائے، تو اپنی بقایا عُمر اس کی آرزُو و جستجو میں گزار دے۔ راہ میں رکاوٹ بننے والی عقلِ طاغو C کو مات دینا مشکل ضرور، مگر ممکن ہے ؏

اگرچہ عقل فسوں پیشہ لشکرے انگیخت
تُو دل گرفتہ نہ باÙ کہ عشق تنہا نیست

(پیامِ مشرق)

(اگرچہ مکر و فریب کا جادو کرنے والی عقل نے تیرے Üاف ایک لشکر اکٹھا کر لیا ہے۔ پھر بھی تُو افسردہ و دل گیر نہ ہو، اس لیے کہ عشق تنہا نہیں ہے)

آوازۂ 2 ؑ زِ تعمیر کعبہ نیست
مشہور شُد ازاں کہ در آ > نکونشست

(حضرت ابراہیمؑ کی شُہرت کی ا Ý ã دکعبہ کی تعمیر نہیں ہے۔ اُن کی نیک نامی اور عزّت کی وجہ، اُن کا کمال صبر واطمینان اور عجیب شان کے سا B آگ میں جا Î ہے۔)

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے، اندازِ گلستان پیدا

(بانگِ درا)

اگر اِنسان حسنِ اÜق اور اعلیٰ تخلیقی فکر و کردار کے اوصاف Ð آراستہ پیکر 0 کر، کو Ò پیہم، اِ • ئی لگن اور دُعا Ð، اپنے اِلہِ جمیل اور ربِّ کریم کا قرب وـــر، رç ان و دوستی اور اُس Ð ہم نظری اور ہم کلامی کے مقصدِ اُولیٰ کو اپنی زندگی کا نصبُ العین بنالے، تو کامیا ! و کامرانی یقینی ہے۔ یہ امر h ہے۔ آپ بھی آزمالیں ۂ

می Ød پردۂ 0 پر کاہے گاہے
دیدہ ام ہر دو ~ں را بنگاہے گاہے
وادیِ عشق بسے دُور و دراز است ولے
ð Ød جادۂ صد سالہ بآہے گاہے
در طلب کوش و مدہ دامنِ اُمید زِ دست
دولتے ہست کہ یا! سرِ راہے گاہے

(ز1رِعجم)

(کبھی تو گھاس کا ایک تنکا بھی میری آنکھوں کے لیے پردہ 0 کر منظر کو اوجھل کر دیتا ہے۔ اور کبھی یُوں بھی ہُوا کہ میں نے ایک ہی نگاہ میں دونوں ~ نوں کو دیکھ لیا۔ عشق کی وادی بہت ہی دُور و دراز مقام پر واقع ہے، p کبھی یُوں بھی ہوتا ہے کہ سینکڑوں سالوں میں ð ہونے والا راستہ ایک " قرار تڑپ Ð ð ہوجاتا ہے۔ (اے محبوبِ حقیقی کی نگاہِ ا Z ت کے طلبگار!) طلب وجستجو کو جاری رکھ اور اُمید کا دامن ہا B Ð نہ gڑ، کیونکہ محبوب کے ا Z ت اور نگاہِ کرم کی دولت کبھی کبھار راہ چلتے بھی ہا B آجا C ہے۔)

اے ربِّ کریم!

تُو مری رات کو مہتاب Ð محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام، اے ساقی!

اے ا V! ہم تو تیری ہی رضا کے لیے پیہم کو Ò کر D رہیں گے، , کہ تو را è ہوجائے (آمین)

نعیم صدیقی مرزم
ماڈرن چغد نائٹ کالج
(بالغ اُلوؤں میں ~ لت پیدا کرنے کا Cl í مدرسہ)

آج کا سبق.....''مالِ مفت''

استاد: اُلّو وَ اور اُلّو کے پٹھو!.....Ø ر بند کرو' خامظ Ù Đ اپنی جگہوں پر بیٹھ جاؤ' سبق Ñ اوع ہوتا ہے۔(شاگرد بیٹھ جا D ہیں)

ایک شاگرد: ہم سب تیار ہو گئے ہیں' جناب!

استاد: دو تین لڑکے باہر جا کر دیکھ لیں' رات p ب ا h طرح تاریک ہے یا نہیں۔آج کے سبق کے لیے ضروری ہے کہ رات p ب کالی ہو۔ یہ ایک روحانی راز ہے۔(دو چار شاگرد جا D ہیں اور تھوڑی دیر میں واپس آ D ہیں)

ایک شاگرد: (واپس آ کر) چاند' تارے سب غائب ہیں ظُلُمت ''فَوق ظُلمت'' کا سماں ہے۔

استاد: ٹھیک ہے بیٹھ جاؤ۔

ایک شاگرد: (آخری بنچوں پر Đ) جناب! ì ل رہے کہ کالج کی بتی ابھی V رہی ہے' { آپ سبق Ñ اوع نہ کر بیٹھیں۔

استاد: ہاں! بتی بجھا دو! (ایک شاگرد بتی گل کر دیتا ہے)

استاد: میرے عزیز شاگردو! اب اپنی آنکھیں بھی ا h طرح میچ لو' ورنہ سبق Đ 7را فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔لو اب سبق Ñ اوع ہوتا ہے۔ذرا Î چ کر بتاؤ کہ ہمارے اس Cl í کالج کو اگر کوئی شخص P ہزار رو 9 کا P ہ دے دے یا? لوگوں کے بیٹھنے کے لیے بنچ اور کرسیاں بنوا دے تو ا Đ?ا Y کہو گے یا بُرا؟

ایک شاگرد: صاحب! ہم ہزار مرتبہ اُ Đ ا Y { گے' لا کے دے تو سہی' کوئی' ہم تو اُس کے نام کے قصیدے پڑھیں گے اور ا ¶ روں میں اس کی تعریف کے پل باندھ دیں گے۔

دوUا شاگرد: استادِ محترم! کوئی ہرج نہ ہو تو ایسے سخی آدمی کا نام بھی ظاہر فرما دیجیے۔

تیسرا شاگرد: بھئی' بعض خدا کے بندے اپنا نام نہیں بھی ظاہر کرنا چاہتے۔

aتھا شاگرد: دنیا رنگ برنگی ہے..... کیوں استاد Y! ہے ناں!

استاد: ¸ دار! غیر 0 باتیں نہ کی جائیں۔ ا i اُلّوؤں کا یہ کام نہیں کہ ضرورت Ð زیادہ زبان کا استعمال کریں۔ کیوں؟ ا i اُلو ہو یا نہیں؟

ایک شاگرد: Y' بالکل!

استاد: تو پھر سبق Ð ہٹ کر باتیں نہ کرو۔

ایک شاگرد: مگر سبق Ñاوع تو ہو۔

استاد: سبق تو میں نے Ñاوع کر دیا ہے؟ سنو!..... میں 7 b رہا تھا کہ اگر کوئی آدمی کالج کی امداد کردے تو اُس کا ا ^ ن مانا جانا' چاہیے ناں؟

ایک شاگرد: Y' ضرور ضرور!

استاد: p اگر؟ لوگ ایسے آدمی کے بارے میں یہ کہنے لگو کہ یہ روپیہ اس لیے دے رہا ہے کہ کالج میں pد آ کر رہنے لگے' یا کرسیاں اس لیے خرید کر رکھوا رہا ہے کہ یہاں اپنی , بنوا لے تو۔

شاگرد: کوئی اُلّو ایسی حماقت نہیں کر Y ۔

استاد: ا Y' میرے عزیز پاکستانی اُلّو وَ! اگر دنیا کی کوئی مالدار قوم پاکستان کو روپیہ اور ہتھیار بطور ہدیہ دے تو یہ ا Y ہوگا یا بُرا۔

شاگرد: بہت ہی ا Y ہوگا..... مگر... یہ بھی تو بتائیے کہ وہ اُلّوؤں کے اس نائٹ کالج کو بھی کچھ دے گی یا نہیں؟

استاد: نائٹ کالج کا ا v مالک ہے' وہ تو میں نے Üاف مثال دی تھی۔

شاگرد: استاد Y! یہ ٹھیٹھ محاورہ نہیں ہے' ''مثال ماری تھی'' کہنا چاہیے۔

ایک اور شاگرد: واہ! مثال بھی کوئی لاٹھی ہے کہ ماری جائے۔

استاد: غیر 0 ! غیر 0 !!..... ¸ دار!!!

شاگرد: Y ' ! سبق جاری رکھیے!

استاد: بات یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کی ترقی میں مدد دینے کے لیے ''مال مفت'' 7 کرنا چاہتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی نہ کوئی بدنیتی چھپی ہوئی ہے، تمہارا کیا ì ل ہے؟

شاگرد: یہ تو بڑا نیک نیتی کا کام ہے اور کوئی بدنیتی ہو بھی تو ... تو روپیہ اور اسلحہ Ð مطلب

ہے' بدنیتی Ð کیا واسطہ!

استاد: پاکستان کے کچھ بدpاہ کہتے ہیں کہ اس Ð ہماری آزادی کو v ن پہنچے گا۔

شاگرد: روپیہ اور اسلحہ کے بارے میں آج تک کے سائنٹیفک تجربات Ð یہ q ثابت نہیں ہے کہ آزادی کو کوئی v ن پہنچ Y ہے۔

ایک اور شاگرد: ایسے لوگوں کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ روپیہ اور اسلحہ دے گا تو اس کے ا ^ ن مند ہونے کی وجہ Ð دوuی طرف Ð ہم بھی تو کچھ باتیں ماننے پر مجبور ہوں گے۔

استاد: شاباش!? نے بات سمجھ لی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہم امریکہ کی جو بات ماننا چاہیں گے وہ ہنسیÙp اپنی آزادی Ð مان لیں گے۔ اس میں مجبوری کا کوئی Î ال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شاگرد: Y ہاں! آزاد رہنے والے تو قید خانوں اور زنجیروں میں بھی آزاد رہتے ہیں۔

ایک اور شاگرد: کہتے ہیں کہ امریکہ آئندہ حkk میں پاکستان کے اڈوں کو استعمال کرے گا۔ اس کا کیا جواب ہے؟

اُستاد: ë ل Î ال کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ا Ý ß ارت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر کوئی وقت آیا تو ہم اپنے فوY اڈوں کے لیے امریکی ~ زوں اور جانبازوں کو استعمال کریں گے نہ کہ وہ ہمارے اڈے استعمال کریں گے۔ امریکی فوY قوت ہماری™ ظت میں Üف ہوگی' وہی بات کہ ''پاò ں مل گئے کعبے کو صنم خانے Ð۔''

وہی شاگرد: a ا ^ ن ہم امریکہ پر کریں گے' نہ کہ امریکہ ہم پر کرے گا۔

اُستاد: یقیناً..... امریکہ Ð مالی امداد قبول کر کے ہم اس پر ا ^ ن کر رہے ہیں۔

وہی شاگرد: وہ کیسے؟

استاد: وہ یوں کہ دنیا کی دولت امریکہ میں سمٹ گئی ہے اور اب امریکہ میں جو مال تیار ہوتا ہے اÐ خریدنے کے لیے L g ملکوں کی گرہ میں کچھ ہے نہیں۔ اب مال کدھر جائے اور کاروبار کی ترقی کیسے جاری رہے؟..... وہ اÏ طرح جاری رہ سکتی ہے کہ امریکہ اپنے گاہکوں کو پیسے اپنے پاس Ð دے کر اُن میں خریداری کی قوت قائم رکھے۔ اس لیے امریکہ مجبور ہے کہ اپنے خزانے لٹائے اور یورپ اور ا ¨ کی قومیں امریکہ Ð بڑی نیکی کریں گی' اگر اس کی عنایات کو قبول کر لیں۔

وہی شاگرد: ' میں سمجھ گیا' استاد صاحب!..... ایک بات اور! ایک پڑوÏ ملک میں اس معاملے

پراضطراب کیوں بپا ہے؟

استاد: ایسے ہی جیسے ہمارے نائٹ کالج کو جب { Ð خاص امداد ملتی ہے تو دوuے Í Cl کالجوں میں چہ میگوئیاں ہونے@ ہیں۔ پڑوسیوں میں < بھی ہوC ہے اور · · رقابت بھی ہوC ہے۔ یہی روپیہ اور اسلحہ پڑوÏ ملک کو مل جائے تو وہ فوراً جھولی پھیلا دے گا' بلکہØ ر و Ñ کا مقصد ہی یہ ہے کہ ا Ð بھی کچھ مل جائے اور اس نے پہلے بھی بہت کچھ لیا ہے' آئندہ بھی لے گا! ہماری قوت T معاملے یا معاہدے Ð بڑھے گی' پڑوÏ ایک بار اس پر ضرور بگڑے گا۔

شاگرد: تو اس Ð ایک منطقی فارمولا برآمد ہوتا ہے T معاملے پر پڑوÏ بگڑے ا Ð ہر حال ہمارے لیے موجبِ Í و برکت ہونا چاہیے۔

استاد: جزاک اV! میاں!? کسی ا i ذہین اُلو کے پٹھے معلوم ہو D ہو۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ا Y اب آگے چلیے..... آج کل ملک میں امریکی امداد کے فوائد اور V نات پر تحقیقات ہو رہی ہے۔ V نات تو ''مال مفت'' کے " ل میں کیا دریافت ہوں گے' البتہ بہت Ð فوائد پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے ہیں۔

ایک شاگرد: استاد Y' یہ ''پایۂ ثبوت'' کس شہر میں تعمیر کیا گیا ہے' مغل بادشاہوں کی عمارتوں میں اس کا نام تو نہیں پڑھا..... { قطب صاحب کی لاJ ہی کا دوuا نام تو نہیں؟

دوuا شاگرد: استاد Y' ہم نے تو ایک ہی پایۂ پڑھا ہے' a ''پایۂ تخت'' اور آپ نے بتایا تھا کہ وہ کرا c شہر میں ہے، یہ پایۂ ثبوت کیا ہوا؟

استاد:? لوگ بڑے گھٹیا در Z کے اُلو ہو..... کسی q کے پایۂ ثبوت کو پہنچنے کے معنی ہیں' اُس کا 7ری طرح ثابت ہو جانا مثلاً تمہاری باتوں Ð یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمہارے دماغوں میں بھس بھرا ہوا ہے۔

شاگرد: جناب والا! ہمارے دماغوں میں بُھس کدھر Ð بھرا جا Y ہے اور کس نے بھرا ہوگا؟

استاد: یہ غیر 0 بحثیں ہیں..... بات کر رہا ہوں امریکی امداد کے فوائد کی۔

شاگرد: فرمایئے' فرمایئے؟

استاد: ہاں تو پہلا فائدہ اس امداد کا یہ ہے کہ ہمارے © ت دنیا کی ایک عظیم طاقت Ð ہو جائیں گے اور یہ عظیم طاقت ہمارے بہت Ð بین الاقوامی معاملات کے نے میں ہمارا سا B دے گی بلکہ بعض امور میں تو ہم بڑی حد تک فارغ ہو جائیں گے۔ امریکہ ہماری طرف

Ð بہت Ï باتیں ازpدکرتا رہے گا اور بہت Ð مخا 5 کے مقابلے میں ہماری مدافعت کرے گا۔ہم اطمینان Ð اندرونِ ملک کے تعمیری کام کرسکیں گے۔

شاگرد: یوٗان' او میں ہمارا پلہ بھاری ہو جائے گا۔

استاد: بالکل بالکل .....! دوuا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہوائی اڈےpب اپ l ڈیٹ ہو جائیں گے' vکیں F گی'پُل F گے' Y وٗنیاں بڑھیں گی اور یہ سب بالکل مفت میں' نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی۔

شاگرد: استاد صاحب! کیا سائنسدانوں نے اب ہوائی اڈےvکیں' پل اور Y وٗنیاں ہینگ اور پھٹکڑی Ð بنانے کی کوئی ترکیب بھی نکال لی ہے۔

دوuا شاگرد: انسان سب کچھ کرY ہے بابا! سائنس کے ذریعے پھٹکڑی اور ہینگ Ð Û اور تو 8 بھی بنا Y ہے،اس میں aانی کی کیابات ہے۔

استاد: ان باتوں کا امریکی ''مالِ مفت'' کے سبق Ð کوئی تعلق نہیں ہے۔

شاگرد: pدآپ ہی نے تو ہینگ اور پھٹکڑی کا Î ال چھیڑ دیا ہے۔

استاد: Yا سنو! تیسرا فائدہ یہ ہے کہ امریکی رو 9 اور اسلحہ کے آنے کی وجہ Ð نئے نئے کام نکلیں گے اور بیروزگاری کم ہو جائے گی۔

شاگرد: بلکہ سنا تو ہے کہ امریکی ماہرین بھی آئیں گے، اگر وہ آئے تو پھر تو کلرکوں' بیروں' چپڑاسیوں اور آیاؤں کی بھرC بھیpب A گی۔

استاد: امریکی تنخواہیں بھیpب دل کھول کر دیتے ہیں۔ان Ð ایک بیرا بھی پٹواری اور 7لیس کانسٹیبل Ð زیادہ کمالے گا۔

شاگرد: بیروزگاری کا مسئلہ بھی i ہوا۔

استاد: aتھا فائدہ یہ ہے کہ امریکی آئیں گے تو انگریزوں کے جانے Ð جو کلب اور بال روم اجڑ گئے ہیں وہ پھر آباد ہوں گے۔لیڈیاں ایک بار پھرvکوں پر گھومتی نظر آئیں گی اور قوم نئے کلچر کی تعلیم تیزی Ð حاÝ کرے گی۔ ملاازم کا فتنہ امریکی تہذیب کی یورش ہونے پر دب جائے گا۔

شاگرد: ہماری 7اکے مینا بازار { امریکی کلچر کے سامنےuدنہ پڑ جائیں۔

استاد: Yنہیں' گرمیٔ بازار بڑھے گی!

ایک اور شاگرد: جناب کیا فرمایا؟ کیا ہمارے بازاروں میں سائنٹیفک طریقوں Ð مزید گرمی پیدا کردی جائے گی؟ ہمارے ملک تو پہلے ہی بہت گرم ہے' یہاں اگر بازاروں میں مصنوعی گرمی پیدا کردی گئی تو کون بازار جائے گا۔

استاد: میرے عزیز اُلو! یہ محاورہ ہے۔

وہی شاگرد: مار دیا ان محاروں نے۔

استاد: بیٹھ جاؤ! اب پانچواں فائدہ سنو۔ وہ یہ ہے کہ aنکہ امریکہ کا روپیہ بھی یہاں لگے گا اور اس کا اسلحہ بھی فوج کے مسلح کرنے میں استعمال ہوگا، اس لیے آئندہ حکk میں امریکہ ہمارے دفاع کا انتظام بھی pدکرے گا۔

شاگرد: نورٌ علیٰ نور!

دوuا شاگرد: اُلّو وَں کے کالج میں لفظ نور کا اس طرح دوہرا استعمال کرنا اور وہ بھی اس کالی رات میں جبکہ ہم نے آنکھیں بھی بند کر رکھی ہیں' اَن ''پارلیمنٹری'' ہے۔

پہلا شاگرد: میں اپنے الفاظ واپس لے کر ان کی جگہ ''ظلمٰت'' بعضھا فوق بعض'' کے الفاظ 7 کردیتا ہوں۔

تیسرا شاگرد: استاد صاحب! یہاں ملاّوَں کی Ï 1لی میں باتیں کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ یہ ترقی یافتہ اور مہذب اُلّو وَں کا نائٹ کالج ہے۔

استاد: لو پھر؟ غیر 0 بحث میں الجھ گئے۔

ایک اور شاگرد: میں ایک بالکل 0 بات 7چھتا ہوں۔ کیا اس بات کا اندیشہ نہیں کہ ''امریکی امداد'' کی وجہ Ð اگلی تباہ کن حکk پاکستان میں لڑی جائے۔ اگر ہمارا دیس میدان حکk 0 گیا تو کیا ہوگا؟

استاد: یوں تو یہ انسانیت کے لیے ایک ا h قربانی ہوگی کہ ہم حکk کے دیوتاؤں کے رقص کے لیے اپنی uزمین کو 7 کردیں اور یہیں سارا جھگڑا نمٹ جائے۔ باقی دنیا تو بچے گی۔ کوریا نے اس کی ا h مثال قائم کردی ہے p اس قربانی میں ہمارا اپنا فائدہ بھی ہے۔ اس فائدے کے لیے ہم دل Ð چاہیں گے کہ حکk ہمارے میدانوں میں ہو۔ ایک تو افراطِ آبادی کی مصیبت « ہو جائے گی۔ دوuے X مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی کا کام سالوں کی کاوش کے باوجود uانجام نہیں پارہا' اُن کے تمام مسائل i ہو جائیں گے۔ تیسرے حکk کے بعد دنیا کی

جو تاریخ بنے گی اس میں پاکستان کا نام زریں حروف Ð لکھا جائے گا اور پھر اس کی ضرورت نہ رہے گی کہ اس کے تعارف کے لیے لٹریچر شائع کرنے پر لاکھوں رو 9 سالانہ Üاف کیے جائیں۔ پاکستان کا نام بچے بچے کی زبان پر ہوگا۔

ایک شاگرد: استاد صاحب! پھر تو بڑے فائدے ہیں اور v ن تو ایک بھی ثابت نہیں کیا جا Y۔

استاد: اÏ لیے کہتے ہیں مفت راچہ گفت!

شاگرد: استاد صاحب! ''مفت'' کا محاورہ واã کرنے کے لیے اگر اجازت ہو تو یہ نا q اُلّو بھی زبان کھولے۔

7ری کلاس: (زور Ð) ضرور، ضرور!

شاگرد: ایک تھا کابلی پٹھان، وہ لاہور میں آیا۔ شہر کی سیر کو تو ایک حلوائی کی دکان پر نظر پڑی۔ پٹھان کھڑا ہو کر a ت Ð دیکھنے لگا۔ پھر قریب ہو کر اپنی لاٹھی حلوائی کی آنکھوں کی طرف بڑھائی، حلوائی اس بدتمیزی پر جھلایا۔ اُس نے کہا: اندھے ہو، دیکھتے نہیں کہ لاٹھی آنکھوں میں لگ جائے گی۔ پٹھان نے کہا: اندھا میں ہوں یا؟؟ اتنی مٹھائیاں تمہارے سامنے رکھی ہیں اور ؟ کھا D نہیں، تمہیں شاید دکھائی نہیں دیتیں۔ حلوائی نے کہا کہ میں نے بیچنے کے لیے رکھی ہیں، میں کھاتا نہیں۔ پٹھان نے کہا کہ اY ؟ نہیں کھا D تو خان کھاتا ہے۔ یہ کہہ کر اطمینان Ð خان مٹھائی کھانے لگا۔ حلوائی نے Øر مچایا، لوگ جمع ہو گئے اور خان کو پکڑ کر کوتوالی لے گئے۔ کوتوالی میں فریقین نے اپنا اپنا بیان دیا۔ آخر کوتوال نے حکم دیا کہ پٹھان کو گدھے پر Î ار کر کے شہر میں پھرایا جائے۔ پٹھان گدھے پر Î ار تو لڑکے آگے پیچھے سا B ہو گئے۔ شام کو پٹھان uائے میں واپس پہنچا۔ P روز گزار کر جب وہ وÍ لوٹا تو کابلیوں نے اس Ð Y7 کہ لاہور دیکھ کر آئے؟ پٹھان نے کہا: لاہور لاہور ہی ہے۔ لوگوں نے کہا بتاؤ تو سہی، لاہور کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ لاہور کی شان یہ ہے کہ مٹھائی مفت، شہر کی سیر کرنے کے لیے Î اری مفت، Î اری کے سا B جلوس مفت! (ہنسی، قہقہے)

استاد: سنجیدگی! سنجیدگی! ..... نائٹ کالج کا ا ام کرو۔ یہ کہانی دلچسپ تو ہے مگر غیر ضروری Î ر پر بیان کی گئی ہے۔ اس Ð سبق کی کوئی مزید وضاحت نہیں ہوئی۔ اس Ð تو بہتر تھا کہ وہ فقرہ دوہرا دیتے ''Ñب مفت قاè راحلال''

دوuا شاگرد: استاد صاحب! میں 7 چھتا ہوں کہ جب مسئلہ اتنا صاف ہے تو یہ نت نئے بیان کیوں شائع ہو D ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ''معاہدہ نہیں ہورہا۔'' کبھی کہا جاتا ہے کہ ہورہا ہے۔ ایک طرف ارشاد ہوتا ہے کہ ''اڈے دینے کا معاملہ زیر بحث ہے ہی نہیں'' دوuای طرف یہ G میں آتا ہے کہ ''خطرے کے وقت کوئی نہیں روک Y کہ ہم اپنی دوست طاقتوں کو اپنے اڈے استعمال کرنے کی اجازت دے دیں۔'' اس Ð غلط فہمیاں پھیلتی ہیں۔

استاد: میاں! یہ تو دنیائے سیاست کا ذہنی کرکٹ میچ ہے۔ آخر میچ کھیلنے Ð غلط فہمی کا کیا تعلق۔

تیسرا شاگرد: کیا امریکی امداد پر پارلیمینٹ میں بحث ہوگی؟ اگر ایسا ہوتو ہماری طرف Ð اس کے فوائد پر آپ ایک تقریر ضرور کردیں۔

استاد: ا i اُلّو وَ! غیر ملکی پاŒ اور معاہدات پارلیمینٹوں میں نہیں ð کیے جاD، ان رموزِ مملکت میں Æواں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔

بہت Ð شاگرد: ... اعتماد ہے' اعتماد ہے۔ استاد صاحب!

ایک شاگرد: p جو q پارلیمنٹ میں زیر بحث نہیں لی جاسکتی اس پر uعام بیان بازی چہ معنی دارد؟

استاد: یہ کام جب Æواں pدکرے تو پھر کیا اعتراض؟

وہی شاگرد: ا Y تسلیم' تو یہ بتایئے کہ ہمارے نائٹ کالج میں اس بحث کا چھیڑا جانا کس طرح جائز ٹھہرتا ہے۔ نیز ... کیا h پہنچتا ہے کہ ہم امریکی امداد کے نفع و v ن پر بحث کریں۔ آج کا سبق درحقیقت Æواں پر سچا ایمان لانے کے موçع پر ہونا چاہیے تھا۔ بدقسمتی Ð سبق Üف اßل دیا گیا ہے۔

استاد: میرے عزیز شاگرد! سچی بات یہ ہے کہ مجھ Ð غلطی ہوئی۔ میں اپنا سبق واپس @ ہوں۔ جلد اٹھو' بتی جلادو اور آنکھیں کھولو اور جدھر منہ اٹھے پرواز کرجاؤ۔ ' جاD ہوئے یہ pشخبری پیشگی Á لو کہ اس سبق کے طفیل ان شاء ا V ہمارا نائٹ کالج منظور شدہ ہو جائے گا اور امریکی امداد کی رقم میں Ð ... بھی گرانٹ ملے گی۔

(تمام الّو pÙ Ð لاH کبوتر بنے اڑ جاD ہیں)

مرسلہ: طٰہٰ

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا ا V

محمد رآ ل ا V ﷺ

''ہاں' جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں..... لوگو! ہاں' بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ ہاں' عر ! کو عجمی پر اور عجمی کو عر ! پر' u خ کو سیاہ پر اور سیاہ کو u خ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب Ð ۔

اسلام کے رشتے نے انسانوں کو باہم بھائی بھائی بنا دیا۔ ہر مسلمان دو u ے مسلمان کا بھائی ہے' اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ غلاموں کے سا B برابر کا سلوک کرنا چاہیے..... تمہارے غلام! تمہارے غلام.....! جو p د کھاؤ' وہی ان کو کھلاؤ' جو p د پہنو' وہی ان کو پہناؤ.....

جاہلیت کے تمام p ن (انتقام) با ë کر دیئے گئے اور سب Ð پہلے میں اپنے خاندان کے ایک فرد کا p ن با ë کرتا ہوں..... جاہلیت کے تمام Î د با ë کر دیئے گئے اور سب Ð پہلے میں اپنے خاندان کا Î د با ë کرتا ہوں۔

ú رتوں کے معاملہ میں خدا Ð ڈرو' تمہارا ú رتوں پر اور ú رتوں کا ? پر h ہے..... تمہارا p ن اور تمہارا مال تا قیامت ا Ï طرح حرام ہے T طرح e کا دن ذی الحجہ کے مہینے میں' اور اس شہر میں حرام ہے..... اور سنو' میں ? میں ایک q g ڑتا ہوں، اگر ? نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے۔ وہ q کیا ہے.....؟ کتاب ا V۔''

حضرت 1 بکر صدیق رضی اللہ عنہ

''لوگو! میں ? پر حاکم بنایا گیا ہوں' حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب Ð بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ا Y کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کج روی ا) ر کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ Ì نت۔ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے..... یہاں تک کہ میں دو u وں Ð اس کا h اس کو نہ دلواؤں..... اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک

ضعیف ہے..... یہاں تک کہ میں اس Ð دوuوں کا h وßال نہ کرلوں.....یاد رکھو! جو قوم ~ دفی سبیل ا v gڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل وpار کر دیتا ہے..... اور..... T قوم میں بدکاری پھیل جاC ہے خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔اگر میں خدا اور اس کے رÎ ل ﷺ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو ? پر میری اطاعت لازم نہیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

''مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ? کو غلام بنانا چاہوں' میں pد خدا کا غلام ہوں' البتہ Üفت کا بارگراں میرے اوپر ڈالا گیا ہے.....اگر میں تمہاری اس طرح خدمت کر سکا کہ? شکم سیر ہوکر u Ð گھر میں Î ؤ' تو میرے لیے عین سعادت ہے' اور اگر میں pاہش کروں کہ? لوگ میرے دروازے پر حاضری دیا کرو تو میری بدبختی ہے' اس وقت مجھےÙp کم ہوگی اور غم زیادہ۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

''ہر سال e کے موقع پر میں اپنے عمال کے کاموں کا محاسبہ کیا کروں گا..... جب Ð Üفت کی ذمہ داری میرے 0 ہوئی ہے'اس وقت Ð میں نے امر بالمعروف اور نہی ù المنکر کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور میرے یا میرے عمال کے پاس جو معاملات پہنچائے جاD ہیں' ان کا تدراک کرتا ہوں۔ T کے سابB کوئی زیادC ہو' وہ e کے موقع پر مجھ Ð اور میرے عمال Ð اپنا h حاÝ کرے یا صدقہ کر دے کہ خدا صدقہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ? عیش وتنعم کی زندگی بسر کرD ہو' بخورات اور روغنیات کا..... زیادہ استعمال کرD ہو' تمہارے دستpان پر ایوان نعمت ہو D ہیں .....منبر پر? صدیقین کا و÷ کہتے ہو اور خلوت میں اہل اباحت کا عمل ہے۔اگر یہ شکایتیں9 ہیں تو? نے اپنے نفس کو v ن پہنچایا اور مجھے تادیب پر مجبور کیا۔? بیواؤں اور یتیموں Ð حاÝ کئے ہوئے مال Ð عیش وتنعم میں ڈوب کر خدا Ð صالحین کے اجر کی توقع کس طرح رکھتے ہو؟ گناہوں Ð توبہ

(باقی صفحہ 102 پر ملاحظہ فرمائیں)

محمد طاہر نقاش

پردے میں رہنے دو!

ہر انسان کو اپنے âال اور دودھیال Ð جبلی î ر پر ‹ ہو C ہے۔ ایسے ہی مجھے بھی چک 143 گ ب (تحصیل سمندری) Ð اور اس کے باسیوں Ð بہت ‹ ہے، کیونکہ یہ میرا âال ہے۔ بچپن میں سمندری شہر Ð اس گاؤں کے سا i پر ہفتہ میں دو 6 تو لازمی لگتے تھے۔ کبھی کبھی ڈاٹسن ڈالے پر بھی جانا پڑتا تھا۔ میں تھوڑی دیر گاؤں میں ٹھہرتا اور نانی جان Ð مل کر واپس سمندری آ جاتا۔ ایک دفعہ ایسے ہی ڈالے میں بیٹھا واپس آ رہا تھا، راستہ میں ایک " پردہ خاتون î ار ہوئیں۔ ابھی مزید تھوڑا سا سفر کیا تھا کہ ایک لڑکا بھی î اریوں کے سا B گاڑی کے پیچھے لٹک گیا۔ ہر î اری کو اپنے سٹاپ کے گزر جانے کا pف تھا اور وہ کنڈ یکٹر کو اپنا سٹاپ یاد دلا رہے تھے کہ { بھول کر گزار نہ دینا اور ... پھر پیچھے کی طرف اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے پیدل سفر کرنا پڑے، مگر وہ لڑکا Ú ٹکٹکی باندھ کر اس خاتون کو بڑ بڑ اور ٹکر ٹکر دیکھے جا رہا تھا، جو ایک لائن میں اپنی سیٹ پر برقع پہنے براجمان تھی۔

úارت a ان ہو کر دیکھ رہی تھی اور Ñمندہ ہو کر g ئی موئی بنتی چلی جا رہی تھی کہ بدمعاش دیدے پھاڑ پھاڑ کر مجھے کیوں دیکھ رہا ہے۔ لڑکا تھا کہ اس کے کبھی کبھار غیرت اور a ت Ð دیکھنے کو بھی کچھ اور مطلب و معانی پہنا رہا تھا۔ وہ اس کے دیکھنے پر ہلکا سا مسکرا دیتا اور کبھی کبھار ‹ بھرے o اور اشعار اپنی ہی ترنگ میں آہستہ آہستہ گنگنانے لگتا۔ باقی î اریاں یہ سب تماشا اپنی آنکھوں Ð دیکھ رہی تھیں مگر Ú خاموش تھیں۔ کچھ لوگ آپس میں د " د " / ں میں ایک دو uے Ð کہہ رہے تھے کہ یہ لڑکا تو اس خاتون کے پیچھے ہا B دھو کر ہی پڑ گیا ہے۔ جب ایک سیٹ خالی ہوئی تو لڑکا فوراً اندر کو لپکا اور سیٹ پر بیٹھ کر اپنے سامنے گھورنے لگا۔ کنڈ یکٹر نے یہ منظر دیکھ کر اس Ð Y7 : جوان کہاں جاؤ گے، کون Ð سٹاپ پر اتاروں تجھے؟ نوجوان نے úارت کے چہرے Ð نظریں ہٹائے بغیر کہا: جب میرا سٹاپ آ جائے گا تو تجھے بتا دوں گا۔ وہ ا V کی بندی خاتون Ñمندگی، پریشانی اور پشیمانی کی بنا پر پسینے میں بھیگی چلی جا رہی تھی۔

یہ مکروہ کھیل وتماشا چلتا رہا، حتیٰ کہ گوجرہ موڑ کا سٹاپ آیا اور وہ ئارت تیزی Ð اٹھی تا کہ اپنے سٹاپ پر اتر جائے۔ یہ ßارتحال دیکھ کر یہ نوجوان بھی اس کے پیچھے نیچے اتر گیا۔

Î ال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لیے کہ خالق کائنات نے ئارت کو ئارت بننے کا حکم دیا ہے۔ ئارت کا معنی ہی ایسی q ہے جو تمام اطراف Ð مکمل î ر پر ڈھانپی گئی ہو اور چھپائی گئی ہو۔ جب چھپائی جانے والی q کو ظاہر کر دیا جائے اور وہ ظاہر کرنے والی بذات pد ئارت ہی ہو تو پھر نتیجے تو ایسے ہی نکلیں گے۔ اسلام نے ئارت کو پردہ کا حکم دیا ہے۔ ا Ð حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زینت کو چھپا کر رکھے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چہرہ ئارت کے زینت والے مقامات میں Ð سب Ð زیادہ اہم ہے۔ اس لیے ہر بہن کو چاہئے تو یہ کہ وہ چہرے کو سب Ð پہلے چھپائے۔ وقت کے گزرنے اور جدید ترقی یافتہ دور کی آمد نے Ñآ پردے کے بھی جدید اور نت نئے اسلوب اور ڈھنگ متعارف کروائے ہیں۔

ایک گمراہ ئارت کا پلکنگ کر کے، بھنویں بنا کر، کا V و uمہ سجا کر، پھر ابرو پر مختلف شیڈز لگا کر، آنکھوں کے ڈیلوں پر uخ ڈورے بنا کر' تھریڈنگ کے لوازمات اپنا کر، یہ سارے آنکھوں کی تزئین و آرائش اور Œ و جمال کو چار چاند لگانے والے جتن کر کے گھر Ð باہر نکلنا .....اور پھر چاروں طرف آنکھیں f f کر..... مٹکا مٹکا کر دیکھنا..... مستی اور خرمستی میں ہنس

ماریہ نقاش

ا1بکر!؟ کہاں ہو؟

(ماہنامہ بیدار کے قلمی معاون محترم محمد طاہر نقاش صاحب کے 9 سالہ صاحبزادے ا1بکر نقاش گزشتہ ماہ نواز Ñایف ہسپتال میں ڈاکٹروں کی نالائقی و لاپروائی کے باعث انتقال کر گئے۔ یہ بچہ نہایت فرمانبردار اور ہونہار تھا۔ اس کی بڑی بہن ماریہ نقاش نے اپنے پیارے بھائی کی یادوں کو قلم بند کیا ہے، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اور نقاش فیملی کے لیے صبر جمیل کی دعا بھی کریں۔ ادارہ)

''میں آپریشن نہیں کراؤں گا، انھوں نے میری آنکھ کاٹ دینی ہے، یہ (ڈاکٹرز) کہتے ہیں ہم نے ا Ð بیہوش کرنا ہے، انھوں نے مجھے مار دینا ہے، میں ہوش میں نہ آسکوں گا۔ میں نے ß فے کے پیچھے چھپ جانا ہے، یا بھاگ جانا ہے..... میں نے آپریشن ہرگز نہیں کروانا.....'' یہ میرا موK چمکدار و رو× uیگیں آنکھوں والا گول مٹول مسکرا D چمکتے دمکتے چہرے والا بھائی ا1بکر نقاش ہے، جسے نواز Ñایف ہسپتال کے ڈاکٹر نے ماتھے پر ایک ہلکے Ð معمولی چر ! والے ابھار کو« کرنے کے لیے آپریشن؟ یز کیا ہے اور وہ یہ تمام باتیں میرے انکل حبیب ا V جو داؤد ہرکولیس کھاد فیکٹری کے مرکز کی طرف Ð مسئول بھی ہیں، Ð کر رہا ہے۔ انھوں نے امی جان کو بتایا کہ ا1بکر آپریشن کے لیے نہیں مان رہا۔ امی جان نے پاس بلا کر پیار Ð کہا: ا1بکر بیٹے! کچھ نہیں ہوتا،؟ نے یہ آپریشن کروانا ہے۔ اور ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ کل تمہارا آپریشن ہے،؟ نے رات 12 بجے کے بعد کچھ کھانا Áنہیں ہے۔ ا V اکبر! ا1بکر نے امی جان کا یہ حکم Ee ہی گردن جھکالی اور نہایت فرمانبرداری Ð کہنے لگا: Y امی جان ایسا ہی ہوگا، اب آپ کو میرے منہ Ð انکار Gg کو نہ ملے گا۔ میرا یہ عظیم بھائی کبھی کسی حالت میں بھی ا1جان اور امی جان کی کسی بات کو ٹالتا نہ تھا بلکہ حکم سمجھ کر فوری اس پر عمل کرنا اپنا فرض جانتا تھا۔ میرے بھائی نے حکم Ee ہی کھانا Á g ڑ دیا اور آپریشن کے لیے تیار ہوگیا۔ مجھے کیا علم تھا کہ آج کی رات میرے بھائی کی زندگی کی آخری رات ہے، صبح اس نے موت کی وادیوں میں ہمیشہ کی نیند جا Î نا ہے۔ اگر پتہ ہوتا تو میں Y بھر کر اس Ð باتیں کر لیتی۔

میرے اس g L Ð بھائی کی بہت pاہش ہو C تھی کہ وہ اپنی امی جان کے قدموں

میں Î ئے، کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ انہی قدموں کے نیچے جنت ہے۔ زندگی کی آخری رات وہ معصوم Ï شکل بنائے التجا بھرے لہجے میں امی جان کے u ہانے کھڑا کہہ رہا تھا: امی جان! ایک التجا ہے۔''Y میرا بیٹا بتاؤ جلدی Ð'' امی جان نے تڑپ کر Y7۔ آپ کے قدموں میں Î نے کو آج پھر دل چاہ رہا ہے۔ امی جان نے پیار Ð اس کے چہرے پر ہاB پھیر کر اجازت دے دی۔ وہ چارپائی کی پائنتوں پر امی جان کے قدموں میں o ت وا ام Ð پاؤں پکڑ کر ایسے Î گیا کہ جیسے ا Ð دنیا ˜ ں کے خزانے مل گئے ہوں۔ اگلی صبح ابھی سب Î رہے تھے کہ وہ سب Ð پہلے اٹھا، وÇ کیا، ایک طرف خامÙ Ð جائے نماز بچھا کر اپنے رب کریم Ð راز و نیاز کی باتیں کر D ہوئے نماز پڑھنے لگا۔ پھر برش کیا، نہا دھو کر کپڑے پہنے اور تیار ہو کر کہنے لگا: امی جان! میں آپریشن کے لیے تیار ہوں، جلدی لے چلیں مجھے ہسپتال، { ڈاکٹر آپ کو یہ نہ { کہ آپ نے تا Á کر دی ہے۔ بھائی کا آپریشن کے لیے دل نہ مان رہا تھا p اس نے ایک دفعہ بھی اس کا اظہار نہ کیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ امی جان کا حکم تھا، جسے وہ کبھی بھی رد نہ کر Y تھا۔ اطاعت و فرمانبرداری میرے بھائی پر« تھی۔ وہ اپنا ہر کام امی جان کی اجازت لے کر کرتا تھا۔... a انی ہو C تھی اس وقت کہ جب اس نے واش روم جانا ہوتا تھا، واش روم کی حاجت بہت شدت کی ہو C تھی p وہ امی جان کے پاس آ کر کہتا: امی جان! واش روم چلا جاؤں؟ امی جان ہنس کر ™ کہ لو یہ بھی کوئی 7 چھنے کی بات ہے، تو وہ کہتا کہ آپ کہہ دیں ناں کہ چلے جاؤ، تو امی جان ™ : ہاں بیٹا جاؤ، تو وہ چلا جاتا۔ وہ اپنی زندگی کا ہر g L Ð g ٹا کام بھی اجازت کے بعد کرتا تھا۔ اور باقی بھاÇں Ð اس وقت الجھ پڑتا تھا جب دیکھتا کہ وہ ا! جان یا امی جان کے حکم کے مطا . کام نہیں کر رہے۔ کہتا: ا! یا امی جان نے ایسے کرنے کو کہا ہے؟ بھی ایسے کرو۔ اگر نہ مانتے تو طاقت Ð منواتا اور کمزور پڑ جاتا تو رونے لگتا۔ ہم بھاگے بھاگے جا D، 7 چھتے تو پتہ چلتا کہ یہ امی جان کے حکم کے مطا . کام نہیں کر رہے، اپنی مرè کر رہے ہیں۔

آپریشن Ð P دن قبل میرا پیارا بھائی مجھے کہنے لگا: آ 8 جان! ایک دفعہ سبحان ا v کہنے Ð جنت میں کہنے والے کے لیے ایک اتنا بڑا درخت لگ جاتا ہے کہ اگر دو دن تک Ú اس کے نیچے چلتے رہیں تو اس کا سایہ« نہیں ہوتا ہے اور پتہ ہے آ 8 میں نے اپنی جنت میں ایسے کئی درخت لگوا لیے ہیں اور مزید بھی لگوا رہا ہوں، جب ہم جنت میں جائیں گے تو آپ نے میری اس جنت میں رہنا ہے۔ میں نے کہا: ہم کیوں آپ کی جنت میں رہیں گے، ا v کریم

... جو جنت دے گا ہم تو اس میں رہیں گے۔ وہ یہ Í کر افسردہ ہوگیا اور التجا آمیز لہجے میں کہنے لگا: ''آ8 جان! آپ کو پتہ ہے ناں میرا اکیلے کا دل نہیں لگتا اور امی جان کے بغیر تو میں ایک دن بھی نہیں رہ Y ، میں ا۷ کریم Ð دعا کروں گا کہ وہ ... بہت بڑی pبصورت باغات والی جنت دے دے گا اور تمہاری جنتوں کو بھی میری جنت کے سا B ملا دے گا، پھر تو ? سب میرے سا Bل کر رہو گے ناں۔ میں جنت میں بھی آپ سب کے بغیر نہیں رہ Y ۔'' تو یہ اتنی بڑی بڑی باتیں اپنے g L بھائی Ð Í کر میں ª انی Ð Î aں کے سمندر میں ڈوب جا C۔ میرے اس عظیم بھائی کی زندگی کے تین اßال تھے X کے گرد اس کی زندگی گھومتی تھی۔ اور اس نے مجھے بتائے تھے:

1: جھوٹ کسی حالت میں بھی نہ 1لنا، نہ ¤لنا اور نہ برداشت کرنا۔

2: کبھی بھی کسی Ð کچھ نہ ما% نہ مطالبہ کرنا۔

3: ہر حال میں والدین کا حکم ماننا اور دوuوں Ð منوانا۔

کئی دفعہ s کی وجہ Ð ا Ð مار پڑ جا C تو g L بھائی کہتے کہ? بات گول مول کر دیتے تو مار Ð $ جا D تو وہ جھٹ کہتا: کیوں Y میں کیوں جھوٹ 1لتا، جھوٹ 1لنے Ð ا۷ کریم ناراض ہوتا ہے، اور جہنم کی آگ میں پھینک دیتا ہے۔... h طرح یاد ہے ہم نے آج تک Üف ایک دفعہ بھی اس کے منہ Ð جھوٹ نہیں سنا تھا۔ جنت کے Î دے آسان تھوڑی ہیں۔

میرے بھائی نے 9 سال ہمارے اندر گزارے، p کبھی ایک دفعہ بھی کسی بات کا یا q کا ا! جان Ð مطالبہ یا فرمائش نہیں کی۔ مجھے وہ کہا کرتا تھا: آ8 جان آپ کو میرے اßال کا پتہ ہے، جو کچھ میری قسمت میں ہے مجھے مل جائے گا p میں نے کبھی ا! جان کو مطالبے اور فرمائش کر کے پریشان نہیں کرنا۔ اپنے اس اßال پر اس نے اس بقرہ عید تک عمل کر کے دکھایا۔

عید کے تین دن سب بہن بھائی ا! جان Ð کئی کئی دفعہ عیدی لے چکے تھے۔ ا1بکر تینوں دن ا! جان کے گرد مسکراتا ~ دی ترانے گنگناتا چلتا پھرتا رہا p ایک دفعہ بھی عیدی کا مطالبہ نہیں کیا کہ میرا بھی دل چاہ رہا ہے باقی بھائçں کی طرح کھانے Â، غبارے لینے، جھولے جھولنے وغیرہ کو، مجھے بھی عیدی دو۔ اور نہ ہی ا! جان کے دل میں یہ بات آ سکی کہ ا1بکر محروم رہ رہا ہے۔ یوں عید کے تینوں دن سب لوگوں نے کھا D Ã گزار دیے p ا1بکر Ú افسردہ ومحروم رہا مگر اپنے اßال کا پکا رہا کہ میں نے کبھی مطالبہ نہیں کرنا، جو مجھے مل گیا میں ا Ï

پpش وشا کر ہوں۔ اب جب ا ! جان کو یہ بات یاد آ C ہے تو وہ رو پڑ D ہیں کہ ا1بکر بیٹے ? ایک بار کہتے میں ہزار بار عید دیتا،? کیوں خاموش رہ کر مجھے غفلت کا مجرم اور ضمیر کا قیدی بنا گئے۔

میں روزانہ مطالعہ کے لیے بیٹھتی تو کہتا: آ8!? Kg Kg قینچیوں اور چھریوں Ð مینڈک کا آپریشن کر C ہو، بڑی ہوکر? بڑی بڑی مشینوں Ð آپریشن کرو گی، ڈاکٹر بنو گی تو ہم تمہارے پاس دوا لینے آیا کریں گے۔ زیادہ Ð زیادہ پڑھا کرو۔ پھر وہ فو Y و مجاہد 0 کر پہرے پر کھڑا ہو جاتا اور اعلان کرتا کہ ِ دار! کوئی Øر نہ مچائے، نہ ادھر آئے بلکہ T نے کھیلنا اور Øر کرنا ہے وہ چھت پر چلا جائے کیونکہ..... ادھر آ 8 جان پڑھ رہی ہیں۔ پھر وہ کسی کو میرے پاس پھٹکنے نہ دیتا اور ان تھک پہرے دار 0 کر مجھے مطالعہ کرواتا..... p اب مجھ Ð مطالعہ نہیں ہوتا..... کیونکہ عادت جو پڑ چکی ہے پہرے میں سٹڈی کی..... بلکہ اب مطالعے کی جگہ آنسو لے لیتے ہیں، یا اس کی وہ آوازیں کہ..... ہٹو بچو پیچھے ہٹو، اوپر جاؤ، Øر نہ کرو..... آ 8 جان مطالعہ کر رہی ہیں..... اور دل m اٹھتا ہے..... پیارے بھیا ا1بکر? کہاں ہو..... آ جاؤ بہاریں ہم Ð رو J چکی ہیں..... تمہاری یادوں نے ہر پل بسیرا کر رکھا ہے مگر? نظر نہیں آ D .....

میرے بھائی کو مجاہد بننے اور شہادت کا رتبہ پانے کا بہت Øق تھا۔ جب 7 چھتے کیا بنو گے؟ تو جھٹ جواب دیتا: ''مجاہد'' اپنے منہ Ð گولیاں چلنے اور گن کے فائر کرنے کی آوازیں نکال کر کہتا: امی جان! میں ایسے ایسے کافروں کو ماروں گا..... ان کی 1ٹیاں کروں گا..... اور pد بھی شہید ہو جاؤں گا۔ ا v مجھ Ð pش ہو جائے گا ناں..... میں پھر جنتوں میں چلا جاؤں گا ناں۔ وہ اکثر یہ ترانا گاتا:

پیاری ماں مجھ کو تیری دعا چاہیے.....!
جب شہادت ملے مجھ کو کشمیر میں تو اور کیا چاہیے

ایک دفعہ سکول Ð واپسی پر دو لڑکے میرے بھائی عمر اور عثمان کو مار رہے تھے۔ اس نے ان کو للکارا، انھوں نے عمر و عثمان کو g ڑ کرا Ð مارنا Ñ وع کر دیا۔ عمر، عثمان بھاگ کر گھر پہنچے اور امی جان کو بتایا، انھوں نے کسی کو فوراً بھیج کر چھڑوایا۔ جب ا1بکر گھر پہنچا تو امی جان نے کہا: جب تمہارے بھائی بھاگ کر آ گئے تھے تو ? بھی آ جا D ،فضول میں مار کھا D رہے تو ا1بکر چہک کر بڑے رعب Ð 1لا: میں مجاہد ہوں، مجاہد دلاور اور بہادر ہوتا ہے، بزدل نہیں ہوتا جو

میدان g ڑ کر بھاگ آئے۔

Î چتی ہوں! ا1بکر تو کتنا عظیم تھا کہ اتنی Kg عمر میں اتنی بلند Î v ۔ مجھے کیا علم تھا کہ تو عنقریب جنت کا مہمان بننے والا ہے، ورنہ تیرے دل میں چھپی ~ دی چنگاریوں کو مزید کریدC اور جانتی۔

کچھ عرصہ ہوا امی جان Ð نہایت سنجیدہ لہجے میں کہنے لگا:

امی جان! دیکھنا { قیامت قائم نہ ہوجائے..... یا پھر مجھے موت نہ آ جائے.....اس Ð پہلے پہلے مجھے ~ د پر بھیج دے (کیا فائدہ اگر میں ~ د پر جائے بغیر ہی مرگیا)

میرے بھیا..... تیری عظمت کو سلام.....تو L g L g بچوں کو بھی یہ درس دے گیا کہ زندگی گزارنی ہے تو ہر حال میں ا ! جان امی جان کی بات مان کر.....اور مجاہد 0 کر ~ دکر کے گزارنی ہے۔ میرے ا ! جان طاہر نقاش نے بھائی کا نام ''مفتی'' رکھا ہوا تھا، کیونکہ اس کی ہر بات کا نتیجہ، Üصہ اور ê ان الفاظ پر ہوتا تھا: تو پھر جنت ملے گی.....جہنم میں پھینکا جائے گا.....ا v تعالیٰ pش ہوگا.....ا v تعالیٰ ناراض ہوگا..... یہ کافروں کا کام ہے۔جہنم کی آگ جلا دیتی ہے بچو! نہیں یقین تو a لہے پر انگلی لگا کر دیکھو، پتہ ^ جائے گا ہاں۔ وہ دسمبر کی ٹھٹھرC uدیوں میں ٹینکی Ð آنے والی ڈائریکٹ Kl کھولتا اور یخ پانی Ð وç کرتا جاتا اور یہ کہتا جاتا تھا: ٹھنڈے پانی Ð وç کرنے Ð pvا ش ہوتا ہے.....ٹھنڈے پانی Ð وç کرنے Ð زیادہ Nاب ملتا ہے.....کبھی دو u ے بھائیں کی طرح گرم پانی کا مطالبہ نہ کیا کرتا تھا۔ میں تو آپ کو بھائی کے آپریشن کا واقعہ سنا رہی تھی..... p اس کی یادوں کے ورق پلٹنے میں مصروف ہوگئی۔ بھائی کی دلنواز یادیں تو قطار در قطار کھڑی ہیں،« نہ ہوں گی۔ ہاں ا ! جان بھائی کی یادیں کتا !شکل میں لکھ رہے ہیں (جوعنقریب منظر عام پر آجائے گی) میں آپ کو اب آپریشن روم کی طرف لیے چلتی ہوں۔

نوازÑ یف ہسپتال کے آپریشنÀ کے باہر امی جان ا1بکر کے ہمراہ بیٹھی ہیں۔ اچانک وہ 1لا: امی جان! میں نے کل Ð آپ کے حکم کے مطا . نہ کچھ کھایا ہے اور نہ پیا ہے، میرے ہونٹ اور زبان È ہوچکے ہیں، (ایسے لگتا ہے جیسے زبان لکڑ کی ہوگئی ہو) اگر اجات ہوتو میں کلی کرلوں۔ امی جان نے آنکھوں میں آنسو بھر کر آگے بڑھ کرا Ð a ما اور کہا: ہر بات میں اجازت لینے کی عادت نہیں جاC تمہاری، جاؤ کرلو کلی۔ بھائی گیا، کلی کر کے آ گیا p اب اس کا

چہرہ افسردہ اور غمزدہ تھا۔ امی جان دیکھتے ہی تڑپ اٹھی! کیا ہوا میرے ا1بکر۔ وہ ر f ہ ہوکر گلوگیر آواز میں 1لا: امی جان آپ کے حکم کی Üاف ورزی ہوگئی، اس لیے پریشان ہوں۔ کیا ہوا ہے مجھے بھی تو پتہ چلے؟ آپ نے کل کہا تھا کہ کچھ کھانا Áنہیں۔ میں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں تھا، اب جبکہ میں نے کلی کی تو پانی کے دو تین قطرے میرے حلق میں چلے گئے۔ امی جان! میں نے جان 1جھ کر ایسا نہیں کیا، بلکہ اچانک pد بخود ایسا ہوگیا۔ کیا معاف کردیں گی ناں آپ.....اور ڈاکٹر تو کچھ نہیں { گے ناں۔ امی جان نے آگے بڑھ کرا Đ ﷺ Đ لگالیا۔

ادھر آپریشن روم Đ آواز پڑ گئی، ا1بکر کو لائیں.....ا1بکر 1لا: امی جان بیہوÙ کے بعد میں ہوش میں آجاؤں گا ناں..... Y میرا بیٹا، پندرہ منٹ کی بات ہے۔ ماں کی ہر بات کو دنیا کی سب Đ بڑی سچائی جاننے والا ا1بکر یہ Í کرÙpÙp، کشاں کشاں، نہاں نہاں آپریشن روم کی طرف ^ پڑا۔pد جوتا اتار کے ایک طرف سنبھال کر رکھا اور کہا: امی جان! دیکھنا کوئی اور نہ پہن لے، تھوڑی دیر بعد میں نے یہی پہننا ہے۔ اب وہ آپریشنÀ میں × کی طرف بڑھ رہا تھا..... p اندر Đ دل مطمئن نہ تھا..... جاD جاD اس نے آخری دفعہ مڑ کر اپنی عظیم ممتا کی طرف د¬ ..... کہ شاید امی جان کہہ دیں کہ آجاؤ ا1بکر، ہم نے نہیں کروانا آپریشن.....اور وہ دوڑ کر ماں کی آغوش میں اس کے ﷺ Đ آ کر چمٹ جائے..... p ماں نے ا Đ پیار Đ اشارہ کیا: شاباش، جاؤ بیٹا ا V حافظ.....اور وہ ماں کا آپریشن کے لیے اشارے کو حکم سمجھ کر سیدھا آپریشن × پر چڑھ کر بیٹھ گیا..... ا Đ لٹا دیا گیا..... بیہوش کرنے کے لیے..... جب اس کے منہ میں ٹیوب اور ناک کے سا Bس کا آلہ لگانے لگے تو ا1بکر کہنے لگا: مجھ Đ باتیں کریں اور یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ تو نرس نے کہا: آپ کو گانے سنانے لگے ہیں۔ ا1بکر نے فوری کہا: سنا تو کانوں Đ جاتا ہے ناک Đ تو نہیں..... سا Bس ہی اپنا مشہور جملہ کہا جو وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ..... گانے ﷺ Đ گناہ ہوتا ہے، اور ا V تعالیٰ ناراض ہوکر آگ میں پھینک دیتا ہے..... p ا Đ یہ کہنے کی نوبت نہ آئی.....اور وہ دور بہت دور..... دور ہی دور..... بیہوÙ کی وادیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

30 منٹ بعد..... امی جان زار و قطار رو D ہوئے پکار رہی تھیں.....ا1بکر؟ کہاں ہو.....

آنکھیں کھولو..... دیکھو تمہاری قربان ہونے والی ماں تمہاری آنکھ U اور ''امی جان میں یہاں ہوں..... کی آواز &G کے لیے تڑپ رہی ہے..... ا1بکر..... ا1بکر..... کیوں کہتی جارہی ہیں.....'' کیوں ان کو غشی کے دورے پڑ رہے ہیں..... ا! جان بھی نڈھال ہوکر ان کو سنبھال رہے ہیں..... کیوں؟ اس لیے کہ ڈاکٹروں نے غفلت کا مظاہرہ کر D ہوئے..... ا1بکر کو بیہوشÙ کی دوا بہت زیادہ دے دی ہے..... اور انھوں نے بتایا ہے کہ ا1بکر کے µ ے کام کرنا بند ہوگئے ہیں..... اور دل بھی..... دعا کریں ہم کوÒ کر رہے ہیں..... بیہوشÙ کی دوا اس قدر زیادہ تھی کہ ا1بکر دوuے ~ ں سدھار گیا..... اب ہمارے j الے کیا گیا..... تو جامد و ساکت اور خاموش لکڑی کا بت بنا لنا تھا..... البتہ اس کی آنکھوں Ð آنسو Ú بہہ رہے تھے..... جو میں صاف کرC جارہی تھی..... نہ جانے یہ آنسو ہم Ð کیا کہہ رہے تھے..... پھر میرے اس ایک منٹ جدا نہ رہنے والے جنتوں کے متلاشÙ ننھے منے معصوم بھائی کو اندھیری کوٹھری قبر میں انکل علی عمران شاہین اور خالد جرار نے pدا اپنے ہاتھوں Ð لٹایا..... اور اب..... ہمارا گھر ویران ہے..... سنسنان ہے..... خاموشیوں..... سسکیوں..... آہوں کا گہوارہ ہے..... ننھی منی معصوم یادوں کا مدفن ہے..... میں اپنی کلاس میں جا کر بھی نقاب کے پیچھے روC رہتی ہوں..... اب کون مجھے مجاہد و محافظ 0 کر مطالعہ کروائے گا..... گھر میں ہر مقام ہر q کے سا Bاس کی یادیں وابستہ ہیں..... اچانک دل پکارتا ہے..... ا1بکر؟ کہاں ہو..... p جواب نہیں آتا..... پھر دل و دماغ میں اس کی وہ باتیں گونجتی ہیں: آ 8 جان میں نے سبحان ا v پڑھ کر اپنی جنت میں کافی درخت لگوا لیے ہیں،؟ نے میری جنت میں آ کر رہنا ہے..... تو پتہ چلتا ہے کہ ا1بکر؟ جنتوں میں بسیرا کر چکے ہو، ہم ضرور ان شاء ا vعنقریب P روزہ دنیاوی زندگی ا v کے احکام کے مطا . گزار کر..... تمہارے پاس تمہاری جنت میں آئیں گے..... پھر تمہاری pا ہش بھی 7ری کریں گے۔ ا v کریم Ð { گے کہ... ا1بکر کی جنت میں ہی سب انعامات دے دے۔ ان شاء ا v۔

ا1بکر کی موت پر اس حقیقت Ð آگاہ ہوئی ہوں کہ بھائی ایک انمول خزانہ ہو D ہیں، pاہ وہ L g ہی کیوں نہ ہوں۔ آخر میں رب کریم Ð دعا گو ہوں کہ وہ میرے دوuے بھاÇں کو بھی ا1بکر جیسا بنائے اور ا1بکر کو ہماری آخرت میں نجات کا ذریعہ اور جنت میں لے جانے کے لیے سفارÙ بنائے۔

انتخاب: علی حمزہ

برائی کا بدلہ بھلائی

عبدا V 0 سلیمان 0 وہب نے یہ واقعہ سنایا کہ T زمانے میں میرے والد وزیر تھے، میں ایک دن محکمہ خراج میں اُن کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ا£ ا1خالد کا تب ملنے آیا۔ اُ Ð دیکھ کر میرے والد تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اور اُ Ð اپنی جگہ پر بٹھایا۔ جب تک وہ بیٹھا رہا اپنا کام g ڑ Y ڑ کر اُ Ï Ð باتیں کر D رہے۔ جب وہ جانے لگا تو ننگے پاؤں دروازے تک اُ Ð g ڑنے گئے۔

مجھے اور دوu ے حاضرین کو یہ غیر معمولی تعظیم بری معلوم ہوئی، کیونکہ وزیروں کا قاعدہ یہ تھا کہ وزارت کی مسند پر Æ ہوئے کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہو D تھے۔

والد میری a ت اور ناپسندیدگی کو بھانپ گئے اور 1 لے: ''بیٹا! ذرا محفل خالی ہوجائے تو میں? Ð اُس شخص کی تعظیم کا سبب بیان کروں گا۔''

جب سب لوگ چلے گئے تو والد 1 لے: ''یہ شخص ایک زمانے میں مصر کا ناظر مالیات تھا۔ اس کی جگہ میں ناظر مقرر کیا گیا۔ جب میں نے اُس کی کارگزاری کی جانچ پڑتال کی تو کسی مد میں بھی کوئی خرا ! نہ پائی۔ نہ اُس کی رعایا Ð زیادہ کسی رعایا کو مسرور اور ممنون د ¬ ۔

اب سنو کہ اُس زمانے میں جو شخص مصر کی ڈاک کا مہتمم تھا، دنیا میں اُس Ð زیادہ سچا آدمی شاید ہی کوئی ہو۔ اس میں اور ا£ ا1خالد میں عداوت تھی مگر وہ اپنے تمام وسیلوں اور ذریعوں کے باوجود ا£ پر نہ تو کوئی الزام لگا سکا اور نہ اُس کی کسی قسم کی کوئی فروگزاشت ثابت کر سکا۔

میں ناظر مالیات مقرر ہوا تو ا£ نے یہ حرکت Ñ وع کی کہ سالِ گزشتہ اور سالِ رواں کے ^ بات مکمل کرنے میں تا Í کرنے لگا۔ تقا ç ں کے باوجود اُس نے یہ ^ بات دفتر کے j الے نہ کیے، محصولات میں کمی اور مشاہروں اور و e ں میں اضافہ دکھانے کی کو Ò کرنے لگا۔ بقایا میں Ð ایک لاکھ دینار بھی اپنے لیے ﷺ چاہتا تھا۔ میں نے اُ Ð ان حرکتوں Ð منع کیا مگر وہ نہ مانا۔ اس " نے اتنا Î ل کھینچا کہ میں نے اُ Ð قید کر دیا۔ اُس نے مجھ Ð کوئی بات نہ کی اور چپ چاپ قید خانے چلا گیا۔

اُ Ð قید ہوئے کئی ماہ گزر گئے تھے کہ مصر کی ڈاک کے مہتمم نے خلیفہ متوکل کو اطلاع دی کہ مصر کی مال گزاری Ð گزارہ نہیں ہوتا۔ سا B ہی ا£ ا1خالد کے عہد میں جو جو اصلا 2 اور ترقیاں ہوئی تھیں، اُن کا تذکرہ بھی کر دیا۔ یہ بھی لکھ دیا کہ رعایا اُس کے زمانے میں بہت pش اور pش حال تھی۔

میں ایک روز دستر pان پر بیٹھا تھا کہ ا£ ا1خالد کا رقعہ ملا۔ مضمون یہ تھا کہ ''اگر ـــــر حاضری کا حکم دیں تو میں ایک ضروری معاملے کے 0 کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔''

رقعہ پڑھ کر مجھے ì ل آیا کہ قید Ð اُکتا چکا ہے اور میرا مطالبہ ماننے پر آمادہ ہے۔ یہ Î چ کر میں نے اُ Ð بلوالیا۔ اس نے تخلیہ چاہا۔ میں نے لوگوں کو ہٹا دیا۔ ہم دونوں تنہا رہ گئے تو 1لا: ''ـــــر، اب تو رحم کیجیے کیونکہ مجھ میں اور آپ میں کوئی عداوت نہیں۔ نہ میں نے آپ کا کوئی قصور کیا ہے۔ پھر آپ نے بلاوجہ کیوں مجھے ستانے اور تکلیف پہنچانے پر کمر باندھ رکھی ہے؟''

میں نے جواب دیا: ''یہ مصیبت؟ نے اپنے ہاتھوں آپ مول لی ہے، میرا جو مطالبہ پہلے تھا وہی آج ہے۔ یہ مطالبہ مانتے ہو تو ابھی سارا معاملہ سدھر جاتا ہے۔ تمہاری رہائی میں ذرا دیر نہ ہوگی۔''

بڑی دیر تک یہ رد و کد جاری رہی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ وہ میرا مطالبہ ماننے کو کسی طرح آمادہ نہ تھا، اور اپنی ہی بات پر اَڑا ہوا تھا۔ آخر مجھ Ð برداشت نہ ہوا اور میں نے طیش میں آ کر اُ Ð گالیاں دیں۔ اُس پر وہ 1لا:

''مجھے؟ Ð ایسی ہی اُمید تھی۔ Í میں نے تمھیں منانے کی اپنی Ì کو Ò کر دیکھی مگر؟ سیدھے ہو D نظر نہیں آ D بلکہ میں جتنی طرح دیتا ہوں اتنے ہی u پر چڑھے جا D ہو، لو ا Ð پڑھو!''

یہ کہہ کر اُس نے ایک خط نکال کر میرے سامنے پھینک دیا۔ میں نے خط کھول کر پڑھا۔ امیر المومنین متوکل نے مجھے حکم دیا تھا کہ ''اپنا عہدہ ا£ ا1خالد کو تفویض کر کے اور اُس کا ^ ب کتاب اُ Ð سمجھا کر فوراً حاضر خدمت ہو۔''

یہ خط پڑھ کر میرے ہوش اڑ گئے۔ رنج، Ñم اور غصے کے مارے یہ حال ہوا کہ ع

کا ا تو لہو نہیں بدن میں

ابھی ابھی میں اُس شخص کو گالیاں دے چکا تھا اور اب نہÜاف اپنا عہدہ اُ Ð 7 کرنے بلکہ اُس کے سا Bعزت Ð 7 آنے پر مجبور تھا۔

میں ابھی a ت و › ت کے مارے گم Ì بیٹھا تھا کہ شہر کا امیر آیا اور اُس نے میرے کارندوں، ملازموں اور اÒ ب پر پہرہ بٹھادیا۔ پھر ایک لوہار کو بلا کرا£ا1خالد کی بیڑیاں کٹوائیں۔

جب اُس کی بیڑیاں کھل چکیں تو وہ اُٹھا اور کھڑے ہوکر مجھے مخاطب کرکے 1لا: ''یا اباایوب! تمھیں محاسبی کر D زیادہ عرصہ نہیں گزرا، اس لیے یہ شہر تمہارے لیے ابھی تک پردیس کا حکم رکھتا ہے۔ نہ یہاں تمہارا کوئی دوست یا عزیز موجود ہے، نہ ذاC گھر ہے اور اتنے اہل و عیال اور نوکروں چاکروں کا سا Bہے۔ علاوہ بریں اس شہر میں اس مکان کے Î ا کوئی اور جگہ تمہاری شان کے شایاں بھی نہیں ہے۔ اس لیے اپنی روانگی تک بڑی Ùp Ð یہیں قیام رکھو۔ میں اور مکان تلاش کرلوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور چلتے چلتے تمام پہرے داروں کو ہٹا گیا۔

میں نے یہ سنا تو بہت a ان ہوا اور تصدیق کے لیے اپنے غلاموں کو بھیجا۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ کوئی پہرے دار موجود نہیں ہے، سب جاچکے ہیں۔

میں نے ابھی ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ عامل اور دوuے کارکن آپہنچے تاکہ ^ ب کتاب کے لیے میرے کاغذات لے جائیں اور مجھے اس دردِ u Ð بچائیں۔ اس پر میں اور بھی متعجب ہوا۔

دوuے روز ا£ا1خالد آیا۔ اُ Ï رات میں اُس کے ہاں گیا۔ الغرض یہ سلسلہ جاری رہا اور وہ مجھ پر طرح طرح کی مہربانیاں کرتا رہا۔ میں ایک ماہ تک وہیں مقیم رہا۔ ا£ روزانہ بلاناغہ بڑے قیمتی اور نفیس تحفے بھجواتا اور قسم قسم کے میووں اور پھلوں Ð نوازتا رہا۔

مہینے کے تیسویں دن وہ ملنے آیا تو 1لا: ''معلوم ہوتا ہے؟ ہمارے شہر پر عاÔ ہوگئے ہو! s p یہ ہے کہ یہ آب و ہوا اُ Ï وقتpشگوار معلوم ہوC ہے، جب کوئی نہ کوئی مشغلہ موجود ہو۔ اگر؟ بغداد جاؤ گے تو امیر المومنین تمہارے لیے جلد Ð جلد کوئی ا Y مشغلہ؟ یز فرمادیں گے۔''

میں نے جواب دیا: ''میں آپ کے حکم کے انتظار میں یہاں رکا ہوا ہوں۔'' 1لا: '' ^ ب کے سلسلے میں اپنے منشی کی تحریر مجھے دے جاؤ۔''

میں نے منشی کو حاضر کیا اور T طرح اُس نے کہا اُ Ï طرح یہ تحریری اور دفتری M« کرادیا۔ دوuے روز میں نے اُس Ð سفر کی اجازت حا Ý کی۔ رخصت ہو D وقت اُس

نے کہا کہ ''پہلی منزل کو مختصر کرنا، تاکہ میں تمہارے لیے™ ظت کا انتظام کرسکوں کیونکہ راستے میں خطرہ ہے۔''

الغرض جب میں پہلی منزل پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بہت Đ Î ار کھڑے ہیں۔ میں سمجھا کہ ا1خالد نے™ ظت کے لیے بھجوائے ہیں۔ Y7 گیا تو معلوم ہوا کہpدا£ ا1خالد سا Bآیا ہے۔ یہ Í کر مجھ پر دہشت طاری ہوگئی۔ میں ڈرا کہ میرا مال واò ب چھیننے اور مجھے گرفتار کرنے کے لیے آیا ہے کیونکہ اُ Đ معلوم ہے کہ اپنا تمام روپیہ پیسہ اور مال واò ب میں سا Bلے کر چلا ہوں۔

ا Ï فکر میں ڈرا سہا میں آگے بڑھا اور اُ Đ سلام کیا۔ اُس نے بڑی بشاشت Đ ہنس کر سلام کا جواب دیا اور 1لا: ''تخلیے کی ضرورت ہے۔'' یہ Í کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ یقین ہوگیا کہ مجھے پکڑنا چاہتا ہے۔ ڈر D ڈر D لوگوں کو وہاں Đ ہٹایا۔ تنہائی ہونے پر ا£ 1لا: ''میں جانتا ہوں کہ? نے مصر میں بہت تھوڑا زمانہ گزارا ہے، اس لیے تمہیں زیادہ فائدہ حا Ý کرنے کا موقع نہ مل سکا ہوگا۔ تمہیں معلوم ہے کہ? اپنی محاسبی کے عہد میں مجھ Đ کتنی رقم کا مطالبہ کر D تھے اور میں تیار نہ تھا؟ میں آمدنی کم اور خرچ زیادہ دکھانا چاہتا تھا۔ میں سالانہ پندرہ ہزار دینار کے ^ ب Đ دو سال کے M ہزار دینار کاٹنا چاہتا تھا، p ? اس رقم کی وß لی پر اڑے ہوئے تھے۔ بہرحال جو رقم ? اس وقت طلب کر D تھے اور میں نہ دیتا تھا، آج لے کر آیا ہوں۔ تمام مال ان اونٹوں پر لدا ہوا ہے۔ اپنے آدمیوں Đ کہو کہ قبضے میں لے لیں۔''

میں نے یہ بات سنی تو بہت a ان ہوا۔ " ا) رمیری زبان Đ کہ ''برمکیوں کے ì ل میں بھی ایسی مہربانی نہ آئی ہوگی۔''

الغرض جب وہ اس رقم کی قیمت کا مال میرے j الے کر چکا تو 1لا: ''ایک حقیر سا ہدیہ اور بھی ہے، میری آرزو ہے کہ? اُ Đ بھی قبول کرو۔ یہ وہ پانچ ہزار دینار ہیں جو میں اپنی تنخواہ میں Đ بچاتا رہا ہوں۔''

میں نے اس رقم کے لینے Đ انکار کیا اور کہا: ''تمہارے ا ^ نات پہلے ہی مجھ پر بہت ہیں، میں اس رقم کے قبول کرنے Đ معذور ہوں۔'' اس پر اُس نے مجھے بہت Ï قسمیں دیں کہ ''نہیں، یہ تمہیں ضرور قبول کرنی ہوگی۔ وہاں کے لوگ? Đ Î غات مانگیں گے۔'' سا Bہی ایک کاغذ دیتے ہوئے 1لا: ''اس مال کی تفصیل اس کاغذ پر درج ہے۔''

میں نے مجبوراً یہ زبردستی کا تحفہ قبول کیا۔ کاغذ پر نظر ڈالی تو اس قسم کی q یں درج تھیں۔ دیبا اور کتان کی 7شاکیں، خادم اونٹ، گھوڑے، خچر، عطر دانیاں اور جواہرات کے صندوقچے۔ ان سب کی مجموعی قیمت دس ہزار Đ زیادہ ہوگی۔ پھر 1لا: ''میں مغر! سمت کا باشندہ ہوں، اور فرش بہت پسند کرتا ہوں۔ میں نے ایک ''قالین'' بنوایا تھا۔ دس محرا! Kg بڑی مسندوں اور تکیوں کا بھی انتظام ہے۔ مطلا اور مرصع ہے۔ پانچ ہزار اÑفیوں کی لاگت آئی تھی۔ وہ بھی تمہارے سا B کر رہا ہوں۔ چاہو تو حریم Üافت میں 7 کر دینا، چاہو اپنے مکان کی زیبائش کے لیے p درکھنا۔''

میں نے اس قالین کی n { نہیں دیکھی تھی۔ جدا کرنے کو دل نہ چاہا۔ اس لیے اس کو اپنے ہی مکان کی آرائش کے لیے کام میں لے آیا۔ الغرض بیٹا! یہ ہیں اُس شخص کی باتیں، T کی تعظیم کرنے پر؟ ناک بھوں چڑھا رہے تھے اور T نے میری براÇں کا بدلہ بھلاÇں Đ دیا تھا۔ (جوامع الحکایات)

بقیہ: مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اV

کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرو اور خدا کے حقوق ادا کرو۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

''لوگو! رآل اv ﷺ نے فرمایا ہے کہ T نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد کو توڑنے والے، خدااور رآل کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادC کے سا B حکومت کرنے والے بادشاہ کو د ¬ اور قولاً وعملاً اس پر غیرت نہ آئی تو خدا کو h ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کر دے..... لوگو! ¸ دار ہو جاؤ، ان لوگوں نے - ن کی اطاعت ا) ر کی اور رحمٰن کی اطاعت g ڑ دی ہے، ملک میں فساد پھیلایا ہے، حدود الٰہی کو Ø کر دیا ہے..... مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں..... خدا کی حرام کی ہوئی q وں کو حلال اور حلال کی ہوئی q وں کو حرام کر دیا ہے..... اس لیے مجھ کو غیرت آنے کا زیادہ h ہے۔''

ا٥ شیرانی

ملک شاہ سلجوقی اورpدار کسان

ایک مرتبہ سلطان ملک شاہ سلجوقی شکار کو گیا ہوا تھا۔ شکار کا پیچھا کر D ہوئے اپنے لشکر Ð بچھڑ گیا اور تلاش کرتا ہوا نیشا 7ر کے ایک گاؤں کی طرف جا ۔

بھوک پیاس کے مارے برا حال ہورہا تھا۔ ایک کسان کھیت کو پانی دیتا نظر آیا۔ سلطان اس قریب پہنچا اور 1لا: ''کیوں بھئی ایک آدھ روK بھی ہوگی؟'' کسان نے جواب دیا: ''روK تو ہے مگر تمہارے لیے نہیں۔'' سلطان نے کہا: ''فضول باتیں نہ کرو اور روK اِدھر لاؤ۔''

کسان نے جواب دیا: ''فضول باتیں تو ? کر رہے ہو کہ جان نہ پہچان اور 0 گئے مہمان۔'' سلطان نے Î چا کہñ Ð کام نہ چلے گا۔ پیٹی Ð چھرا نکال کر 1لا: ''یہ چھرا لے لو اور کچھ روٹیاں ... دے دو۔'' کسان نے جواب دیا: ''چھرا کسی نان بائی کی دکان پر لے جاؤ تا کہ تمہیں اس کا پتا نشان یاد رہے اور چھرا دوبارہ خریدا جاسکے۔ میرا کیا ہے، ابھی اس کھیت میں ہوں، کل یہاں Ð چلا جاؤں گا۔ لاکھ ڈھونڈو گے، پتا نہ چلے گا۔''

سلطان نے کہا: ''Yا، میں نے یہ چھرا تمہیں کو بخشا۔ میں? Ð واپس نہ لوں گا۔''

کسان نے جواب دیا: ''بخشنا تو یہ ہے کہ چھرا مجھے دے جاؤ اور یہاں Ð چلتے پھر D نظر آؤ۔'' سلطان نے Î چا کہ عجب احمق Ð پالا پڑا ہے۔ تنگ آ کر ایک طرف روانہ ہوا۔ ابھی P قدم بڑھا ہوگا کہ وہ کسان اپنا کام gڑ Yڑ کر سلطان کے پاس پہنچا۔ گھوڑے کی باگ پکڑ کر 1سہ دیا اور 1لا: ''گستاq معاف فرمایئے گا، میری ہنسی مذاق کی عادت ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ ہنستے گھر بستے ہیں۔ اب آیئے اور جو کچھ حاضر ہے نوش فرمایئے۔'' سلطان گھوڑے Ð اُترا۔ کسان نے روٹیاں اورÑبت لاکر سامنے رکھا۔ ایک بکری کا بچہ ذ% کیا اور آگ جلا کر اُس کے کباب بنانے لگا۔ کباب بناتا جاتا تھا اور لطیفے سنا سنا کر سلطان کو ہنساتا جاتا تھا۔ اتنے میں لشکر آ پہنچا۔ جب کسان کو معلوم ہوا کہ اس کا مہمان کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ سلطان ہے تو اس پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ Î ائے اس کے کہ اُس نے u جھکالیا اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ چلتے وقت سلطان نے اُس Ð کہا کہ ''میرے پاس آنا، میں تمہاری آج کی

خدمت کا h ادا کروں گا۔'' کسان نے جواب دیا: '' ~ ں پناہ کے انصاف کی بدولت ... ہر طرح کا آرام میسر ہے۔ یہ نا q خدمت کسی انعام کا h نہیں رکھتی۔ اس کے علاوہ ہماری عادت نہیں کہ مہمانی کی قیمت وßال کریں۔'' سلطان کو یہ جواب بہت پسند آیا اور کچھ مدت کے بعد بہت a ت ہوئی جب علم ہوا کہ نہ تو وہ کسان آیا اور نہ اُس نے کسی Ð اشارتاً کہا کہ ''سلطان ایک مرتبہ میرے ہاں مہمان رہ چکا ہے۔'' الغرض سلطان مدت تک اپنے کسان میزبان کا انتظار کرتا رہا، مگر اُس کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ مجبوراً سلطان نے وہ گاؤں خرید کر مسافروں کے لیے وقف کر دیا اور اُس کسان کو تلاش کر کے ا Ð وقف کا مہتمم مقرر کر دیا۔

کل پاکستان انعامی تحریری مقابلہ مقالہ نویسی

بعنوان: ''تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے عصری مباحث اور تقاضے

انعامات

اوّل: پانچ ہزار رو 9 نقد + قیمتی کتا1ں کا سیٹ + pبصورت شیلڈ + سند امتیاز

دوم: تین ہزار رو 9 نقد + قیمتی کتا1ں کا سیٹ + pبصورت شیلڈ + سند امتیاز

Îم: دو ہزار رو 9 نقد + قیمتی کتا1ں کا سیٹ + pبصورت شیلڈ + سند امتیاز

ان تینوں انعامات کے علاوہ 5 انعامات Œ کارکردگی کی بنا پر اگلی 5 7زیشنز حا Ý کرنے والوں کو pبصورت شیلڈ، قیمتی کتب اور سند امتیاز کی ßارت میں دیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مقابلہ میں Ñکت کرنے والے ہر امیدوار کو سند امتیاز اور متعلقہ موçع پر pبصورت اسلامی کتابچے دیے جائیں گے۔

مقالہ موßال ہونے کی آخری تاریخ 28 فروری 2013ء ہے۔

مقالہ لکھنے کے سلسلہ میں مزید ¬ ت کے لیے مندرجہ ذیل ایڈریس پر رابطہ کریں۔

اسدا lV ساقی

نòا: **تحریک تحفظ ختم نبوت**، جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

فون: **0333-3314142, 0300-6536677**

khatmenabuwatjrw@gmail.com